بسم اللہ

نگار

فہرست مضامین ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

ملاحظات —————— ۲

آصفی نظامیؒ   خان امتیاز علی عرشی ۹

پھر بحث سنت   سید سلیمان ندوی ۲۱

محبت کی قربانی   برق - بی - اے ۳۱

قرآن کے لطائف ادبیہ   عبدالمالک آروی ۴۳

شاہزادہ خرم اور ابابیل —— ۵۶

مادہ کی رسائی خدا تک   "آزاد" ۶۵

مطبوعات موصولہ —————— ۷۶

باب المراسلۃ والمناظرہ —————— ۸۱

باب الاستفسار —————— ۸۴

منکران خدا سے خطاب (نظم) علی اصغر جعفر ۸۷

صبح کا منظر (نظم) شوق مرادآبادی ۹۴

محبت کا پہلا گیت (نظم) سلطان محمود ساز ۹۵

مارچ کی دوپہر (نظم) شمیمی ۹۶

نگار

اڈیٹر:- نیاز فتحپوری

جلد - ۱۸	جولائی سنہ ۱۹۳۰ء	شمار - ۱

ملاحظات

"ہر نشیب کے لئے ایک فراز، ہر ہبوط کے لئے ایک صعود اور ہر انحطاط کے لئے ایک عروج ہے" یہ نظریہ ہر چند اپنی عمومیت کے لحاظ سے اسقدر صحیح و درست نہیں، جیسا اسکا "عکس" کہ "ہر کمالے را زوالے"۔ ایک حقیقت مسلمہ سمجھی جاتی ہے، لیکن بعض اوقات اسکی مثالیں بھی اسقدر عجیب و غریب نظر آجاتی ہیں کہ چار و ناچار فطرت کی "فیاضیوں" اور "بیداریوں" کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔

مثلاً کون کہہ سکتا تھا کہ "اسلام" جو حالی ہی کے وقت تک "غریب الغربا" ہوگیا تھا، سنہ ۱۹۳۰ء میں جبکہ اس کی حالت "افقر الفقراء" سے بھی گر کر "اعلم العلماء" تک پہونچ جائیگی، کوئی "مرد غیب" سرزمین "فرنگی محل" سے نمودار ہوگا اور اس کے "عظام رمیم" میں تازہ روح پھونک کر فرنگیوں کے خدا "مسیح" کی یاد کو زندہ کردینے والا ثابت ہوگا۔ صحیح ہے حسب "خدا کے لئے یہ محال نہیں ہے کہ وہ ایک ہی ذات کے اندر سارے عالم کو جمع کردے" تو وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ "سارے عالم" میں ایک ہی ذات کو پھیلا کر "کائنات" بنادے اور وہ انسان صرف فرنگی محل کا ہو۔

ہر چیہ در جانتوان دید بہر جا بنید!

آپ کو معلوم ہے کہ یہ مقدس ہستی کون ہے اور وہ کس معجزہ کو پیش کر کے "احیاء موتیٰ" کا یقین دلانا چاہتی ہے؟ —— یہ ممتاز و متبرک وجود افضل الفضلاء، اکمل الکملاء، خضر راہ طریقت، مشعل جادۂ حقیقت، حجت الاولین،

سُلالۃ الآخرین، سرخیل اسلام، امام الہمام مولانا و مرشدنا محمد قطب الدین عبد الوالی صاحب قبلہ مدظلہ کا ہے اور وہ معجزۂ محیّر و مُسکت، ایک ماہوار صحیفہ "قیام الدین" کی صورت مین رونما ہوا ہے، جو آپ ہی کے والد محترم کے نام نامی با خطاب گرامی پر گزشتہ شوال سے جاری کیا گیا ہے۔

اس سے زیادہ بدقسمتی میری اور کیا ہو سکتی ہے کہ شوال سے محرم تک جبکہ پورے چار مہینے اس مقدس صحیفہ کی اشاعت پر گزر چکے ہین، مین اس کے ظہور سے بالکل بے خبر رہا اور فرنگی محل کے اس "ید بیضا" کی روشنی سے محروم رکھا گیا۔ مین نہین کہہ سکتا کہ یہ دور محرومی کب تک جاری رہتا، اگر پرسون اتفاق سے مجھے ایک صاحب اس کی اولین اشاعت کی زیارت سے مشرف نہ فرماتے۔

کسی رسالہ کا پہلا نمبر یا تو اصولاً پورے اہتمام سے نکالا جاتا ہے، تاکہ لوگ جلد اسکی طرف مائل ہون یا مجبوراً ناقص نظم کی وجہ سے لسپت شائع ہوتا ہے۔ لیکن جب ایسا ہوتا ہے تو ہمیشہ یہ معذرت بھی ساتھ ہی ساتھ پیش کر دیجاتی ہے کہ "نئے انتظام کے وجہ سے رسالہ حسب خواہش نہین نکل سکا، آئندہ نمبرون مین انشاء اللہ اسکی پوری تلافی کیجائے گی۔" چنانچہ یہ معذرت اس مین بھی موجود ہے کہ بوجہ رمضان مبارک کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ گویا رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس مین قیام الدین ایسے کام کو بھی کامیابی سے نہین کر سکتے۔ یہ ہے پہلا درس مذہبیت و جوش ایمان اس رسالہ کا جو اس دعوائے بلند بانگ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے[1]۔ اچھا اب آگے چلئے اور ہندوستان کے خانوادۂ علم و عمل، مرکز عقل و حکمت، اور مدار شریعت و روحانیت (فرنگی محل) کے اس کارنامۂ فرید، اور اس انقلاب انگیز اقدام علم و ادب پر بھی ایک نگاہ ڈال لین، قبل اس کے کہ وہ زلزلہ پیدا کر کے زمین و آسمان کی بنیادین منہدم کر دے، اور خدا کو بھلا دینے والی موجودہ مخلوق کو فنا کر کے، اس کی جگہ صرف حق ستّرہ گننے والیان ہستیان در و دیوار پر بٹھا دے۔

کسی رسالہ یا کتاب پر ہمیشہ دو مختلف زاویون سے نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ ایک وہ جو صوری محاسن سے متعلق ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو جمال معنوی سے بحث کرتا ہے۔ مین اول الذکر حیثیت سے کوئی گفتگو کرنا نہین چاہتا۔ کیونکہ جو رسالہ معمولی تقطیع کے صرف ۲۴ صفحات پر مشتمل ہو اور جسکی تکمیل مین ارزان ترین اہتمام طباعت و کتابت حاصل کیا گیا ہو، وہ خود بھی حسن ظاہری کا مدعی نہین ہو سکتا۔ اور پھر یون بھی ایک اسلامی رسالہ کو حسن و تزئین سے کیا واسطہ جبکہ علماء کرام نے ہمیشہ فنون لطیفہ کی ترقی کو انحطاط ذہن و انسانیت سے تعبیر کیا ہے۔ (گو انکی اندرونی زندگی یکسر "شیفتگان جمال" کی طرح بسر ہوتی ہو) البتہ انکے

---

[1] اسی رسالہ مین ایک عنایت نامہ مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محل کا درج ہوا ہے جس مین انھون نے بھی مضمون نہ لکھنے کا سبب یہ ظاہر کیا ہے کہ رمضان مین ان کی فطری کاہلی اور نسیان دونون بڑھ جاتے ہین۔ مگر ممکن ہے کہ اسی کے ساتھ ان کی روحانیت بڑھ جاتی ہو۔ جو غالباً کاہلی و نسیان کا دوسرا اصطلاحی نام ہے۔

معنوی محاسن پر ضرورۃً تبصرہ کرنا چاہتا ہون جو میرا معاصرانہ فرض ہے۔

سب سے پہلے جس وقت مینے فہرست پر نگاہ ڈالی اور بیک وقت سات "مولاناؤن" کے نام نظر آئے، جن مین سے ایک مرحوم اور چھ غیر مرحوم ہین، تو مین حیران رہگیا کہ دیکھئے آغاز بردست اجتماع کیا انقلاب پیدا کرتا ہے۔ کہتے ہین کہ نوح کا طوفان اُسوقت آیا تھا جب چار سیارے برُج آبی مین جمع ہوگئے تھے۔ یہان "برج فرنگی" مین سات "اژدہن" کا اجتماع ہوتا ہے، اس لئے آنیوالے وقت کا اندازہ کرنے کے لئے عقل حیران ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس "اقرانِ اعظم" اس "اجتماع فرید" کے عہد مین کتنا پانی سر سے گزر جانے والا ہے۔

مین نے اولین فرصت مین شروع سے اخیر تک اس رسالہ کا مطالعہ کیا اور کوشش کی کہ سرورق سے لیکر صفحۂ آخرین کی اُس سطر تک "جو قیام الدین بک ڈپو فرنگی محل لکھنؤ" کے الفاظ پر ختم ہوتی ہے، کوئی ایک جملہ، کوئی ایک سطر، کوئی ایک لفظ ایسا مل سکتا، جسے فرنگی محل کی شہرت کے ساتھ (خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز) نسبت دیجا سکتی، لیکن مین اس مین کامیاب نہین ہوا اور گھنٹون سوچتا رہا کہ کیا واقعی ہمارے "علماء کرام" کی ذہنیت اسقدر پست ہوگئی ہے۔ کیا ان کے یہان اظہار علم و فضل کا طریقہ اب یہی رہ گیا ہے کہ بچون کی طرح چند نامربوط سطحی مضامین لکھکر اس پر فخر کرین، کیا خدمت علم و دین ایسے ہی حقیر و نحیف رسائل کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے اور کیا اسی کارنامۂ فضل و کمال پر فرنگی محل کے "دار العلم و العمل" ہونے کا دعوےٰ کیا جاتا ہے (درآنحالیکہ قیام فرنگی محل سے لیکر اسوقت تک کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہین ملتا جس کی بناء پر ہم صحیح معنے مین اسے "دار العلم" کہہ سکین چہ جائیکہ دار العمل جس کا خواب بھی ان غریبون نے کبھی نہین دیکھا)۔

خویش را صورت پریشان ہرزہ رسوا کردہ اند

جلوہ می نامند و در معنی نقابے بیش نیست

اس رسالہ کے اڈیٹر نے عنوان "تگریہ" کے تحت مین جو تحریر درج کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ "مذہب کی اشاعت علوم کی خدمت، اتحاد و اتفاق کی تعلیم، ادبیات کی چاشنی اور نادر کتب خانون کے قابل قدر اقتباسات کو اہل علم کے سامنے پیش کرنا" اس رسالہ کا مقصد ہے۔ لیکن اسی رسالہ مین ایک مضمون یادش بخیر ہمارے محترم دوست مولانا عبد الماجد دریابادی کا بھی ہے جنھون نے فرنگی محل کی قدیم علمی روایات کو سراہتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"آج نوجوان فرنگی محل کو جس اصلی حریف سے صف آرا ہونا ہے خوب جان لینا چاہئیے۔ وہ معتزلہ نہین، خوارج نہین (روافض کا ذکر نہین کیا گیا کیونکہ لکھنؤ مین رہنے کے بعد اسکی ہمت نہ تھی) علی گڈھ کے نیچری بھی نہین، وہ کوئی اسلامی فرقہ نہین، بلکہ وہ اشد شدید دشمن ہے جو نفس اسلام کا دشمن ہے، محض فرنگی محل، اکابر فرنگی محل، شیوخ فرنگی محل، عقائد فرنگی محل کا دشمن نہین۔ وہ دشمن ہے شریعت اسلام کا وہ دشمن ہے رسول اسلام کا وہ دشمن ہے خدائے اسلام کا، اُس سے مصالحت کی کوئی صورت نہین، اُس کے ساتھ راضی نامہ ہوجانے کا

کوئی امکان نہین........ وہ دورِ حاضر کی یاجوجی روح ہے جو قیام الدین ہی کی دشمن و قاطع ہے۔ اور یہ قیام الدین اسی کو مغلوب کرنیکے لئے نکلا ہے"

"اس جہاد مین فرنگی محل سب کا شریک اور سب فرنگی محل کے شریک ہین، آج نہ کوئی دیوبندی ہے نہ فرنگی محلی، نہ لکھنوی، نہ بریلوی،........ سب کے سب اسلام کے سپاہی، سب کے سب اللہ کے لشکر کے سرفروش پیادے، سب کے سب ناموس رسول کے جانباز فدائی ہین۔

یاجوج، آج اپنے خفیہ و علانیہ تیر چلاتے ہوئے یہ بالکل نہین دیکھ رہا ہے کہ ستر اور وہ بہتر فرقون مین سے کس کے سینے اسکے تیرون سے چھد رہے ہین، اُسے تو عداوت یا بغض جو کچھ ہے وہ اللہ کی توحید اور رسول کی رسالت سے ہے وہ (خاکم بدہن) اسی کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لئے اُٹھا ہے۔ آج ہم بھی اس یاجوج کی عداوت و بغض مین سب کی طرف سے اندھے ہوگئے ہین........ اور ہمارے حملون کی زد بھی انشاءاللہ اسی ایک حریف پر رہے گی"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسالہ کا مقصد وحید، یاجوجی روح کا مقابلہ کرنا ہے اور اگر ہم غلط نہین سمجھتے تو اس سے مراد ان کی غالباً وہ عقل پسند (Rationalist) (اور ان کے نزدیک وہ احمق) طبقہ ہے جو کسی مذہب کی حقیقت و حقانیت کو بغیر سمجھے ہوئے ماننے کے لئے تیار نہین۔ لیکن اگر اس سے مراد اُنکی کچھ اور ہے تو افسوس ہے کہ مین اُسکو سمجھ نہین سکا، کاش وہ اس استعارہ کی خود ہی صراحت فرماتے تاکہ اس یاجوجی تاویل کی ضرورت نہ ہوتی۔

ایک اور بزرگ ہین جن کا نام سید محمد اشفاق حسین رضوی ہے۔ ان کا بھی ایک بتدیانہ مضمون "قیام الدین اور الحاد" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، جس کی ابتدا ہی یون ہوتی ہے کہ "اگر آپ لوگ متفق ہو کر اس رسالہ کی خریداری پر بجان و دل تیار و آمادہ ہو جائین تو یقیناً لامذہبیت کا خاتمہ ہو جائے"

اگر اس کو ہم مولانا عبدالماجد دریابادی کی تحریر کا تتمہ خیال کرین تو یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ اس رسالہ کے اجراء کا مقصد یاجوجی قوت یا لامذہبیت کا مقابلہ کرنا ہے۔ خیر اس کے متعلق تو مین تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات مین (یا اگر گنجایش نہ ہوئی تو آئندہ ماہ کے ملاحظات مین) عرض کرونگا کہ جس چیز کو وہ لامذہبیت کہتے ہین، اس کی حقیقت کیا ہے اور جس کا نام مذہب رکھ لیا گیا ہے وہ فی الاصل کیا چیز ہے؟ پہلے ایک سرسری جایزہ اس "دین قائم کرنیوالے" رسالہ کے مقالات عالیہ کا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شکریہ کے بعد سب سے پہلا مضمون مولانا قیام الدین عبدالباری مرحوم کا نظر آتا ہے جن کے نام کے جزو اول یا لقب سے اس رسالہ کا نام استعارہ کیا گیا ہے۔ یہ مضمون مولانا موصوف کی تفسیر الطاف الرحمن کا ایک جزو ہے اور تیسرے پارہ کی پہلی آیت سے متعلق ہے جو تلک الرسل سے شروع ہو کر فیل ما یرید پر ختم ہوتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ مین جو کچھ مولانا

نے فرمایا ہے وہ بالکل وہی ہے جسکی فرنگی محل کے کسی عالم سے توقع کیجاسکتی ہے اور اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے جو ملا نظام الدین، عبد الحلیم بحر العلوم اور ابو الحسنات عبد الحی کے وقت سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہے اور جسکا عنصر واحد کورانہ تقلید، مغالطۂ منطقی اور قدامت پرستی کے سوا کچھ نہین ہے، مولانا عبد الباری مرحوم اس آیت کی تفسیر مین ایک دوسرے پر فضیلت انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھ جاتے ہین کہ ''خدا نے فرمایا تم بھی رسولون مین سے ہو بلکہ افضل ترین رُسل سے ہو'' اسی مین لفظ ''افضل ترین'' کی صحت و عدم صحت سے بحث نہ کرتے ہوئے، مین صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ اس آیت سے محمدؐ کی افضلیت تمام رسولون پر کیسے ثابت ہوتی ہے، بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس مین عیسیٰؑ کی افضلیت کا بیان ہے جسے ''اٰتینا عیسیٰ ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس'' سے ثابت کیا گیا ہے۔ محمدؐ کی افضلیت کا ذکر کسی جگہ نہین ہے اور نہ سیاق و سباق سے متبادر ہے۔ اسی سلسلہ مین مولانا عبد الباری نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ ''رسول وہ نبی ہے جس پر کتاب نازل ہوئی ہو اور اُس کی شریعت خاص ہو وہ ۳۶۰ ہین'' مین نہین سمجھ سکتا کہ مولانا نے ۳۶۰ کی تحدید و تخصیص کس تحقیق کی بناء پر کی ہے اور کیون نہ مین اس کو ۳۶۵ کردون تاکہ سال کے پورے دنون کا حساب ہو جائے۔

اس کے بعد ایک صفحہ فتاوائے قیام الدین کے لئے وقف ہے جس مین چند نہایت ہی معمولی مسائل مسواک اور نماز جمعہ وغیرہ کے ایسے پائے جاتے ہین۔ جو فقہ کی ابتدائی کتابون مین بھی ملجاتے ہین۔

صفحہ ۷ سے ایک مسلسل مضمون مولانا عبد الباری مفتی اجمیری کا حیات طیبہ کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ جس سے مقصود مولانا عبد الباری مرحوم کے حالات سے بحث کرنا ہے۔

ابتدائی دو صفحات مین مولانا عبد الباری کی ولادت کا ذکر بالکل اسی لہجہ و انداز مین کیا گیا ہے جو عام طور سے ذکر میلاد کی کتابون مین پایا جاتا ہے اور باقی دو صفحات مین فرنگی محل کی تعریف کا راگ گایا ہے۔ جناب مفتی مولانا بھی ہین اور اجمیری بھی اور اُنکی یہ دونون نسبتین بدرجۂ اتم اس مضمون کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوتی ہین۔

اس کے بعد مولانا عبد الماجد بدایونی نے ایک صفحہ مین مرحبا کے عنوان سے قیام الدین کے اجراء پر اظہار مسرت کیا ہے اور دعا فرمائی ہے کہ ''یہ رسالہ علمی دنیا کے لئے ایک یادگار چیز ہو'' اس دعا کی سادگی اور تمنا کی معصومیت پر عرصہ ہوا غالب اظہار خیال کر گیا ہے کہ ''حریف مطلب مشکل نہین فسون نیاز'' کاش مولانا کوئی التجا کرتے تو اس نوع کی کہ ''دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز'' اسکے بعد مولانا عبد الماجد دریابادی کا وہ مضمون ہے جس کا اقتباس ہم پہلے دے چکے ہین اور پھر مولانا شاہ حسین میان پھلواری کا وہ معرکۃ الآراء مضمون ہے جسمین اُنھون نے مولانا عبد الباری مرحوم کے جوش جہاد و مذہبیت کا ذکر بڑے زور سے واعظانہ رنگ مین کیا ہے اور جسکا خلاصہ یہ ہے کہ:-

> ''جناب مولانا ہمیشہ جہاد کے لئے طیار رہتے تھے۔ ایک بار منت مانی کہ جب دانت ٹوٹین گے تو جہاد کرونگا، چنانچہ تحریک خلافت کے زمانہ مین کسی خاص موقعہ پر جب آپ جہاد کے لئے طیار ہوگئے تھے تو یہ سوچکر کہ منت پوری کرنا ضروری ہے آپ فوراً اسپتال تشریف لیگئے اور سامنے کے چار دانت تڑوا دئے''

مین نہین سمجھ سکتا کہ فاضل مضمون نگار نے اس واقعہ کے اظہار سے مولانا مرحوم کی کس خصوصیت کا اظہار کیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ مولانا مرحوم مین جوشِ جہاد زیادہ قوی تھا یا منت پوری کرنے کا خیال ۔ جہاد تو خیر اُنھون نے کیا یا نہین لیکن دانت توڑ دا دینا تو سامنے کا واقعہ ہے اس لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ منت پورا کرنے کا خیال ان مین بہت زیادہ قوی تھا اور ایسا ہونا بھی چاہئیے کیونکہ لکھنؤ کی فضا مین پرورش پانے کے بعد اسی قسم کے نسائی اور رسمی جذبات زیادہ نشو و نما پاسکتے ہین۔

اس کے بعد "قیام الدین اور اتحاد" کے عنوان سے اشفاق حسین صاحب رضوی کا مضمون ہے اور پھر مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کا عنایت نامہ جن کا اجمالی ذکر اس سے قبل آچکا ہے۔ صفحہ ۴۲ سے زکوٰۃ پر جناب مولانا محمد قطب الدین عبد الوالی صاحب کی تحقیق فرید شروع ہوتی ہے جس مین اُنھین خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو ایک واعظ کی طرف سے "ہر محراب و منبر" پر بیان کئے جاتے ہین، مسئلہ زکوٰۃ کے سلسلہ مین سب سے زیادہ ضروری و اہم چیز اُن اقتصادی مسائل و اصول سرمایہ داری کی بحث ہے جن پر آجکل تمدن کی ترقی کا انحصار ہے اور جو صحیح معنے مین نوع انسانی کو جمہوریت و آزادی کی طرف لیجاتے ہین۔ اور اسی کے ساتھ مسائل زکوٰۃ مین وقت و زمانہ کے لحاظ سے تغیر و تبدل کی ضرورت پر اظہار خیال ضروری ہے۔ لیکن ہمین معلوم ہے کہ یہ باتین مولانا کے "نظامی" دسترس سے باہر ہین۔ اور وہ سوائے اُسی ایک ارغنون کی آواز کے جو فرنگی محل کے معلم اول نے ساز کیا تھا، کوئی اور نغمہ پیدا کر ہی نہین سکتے۔

اس کے بعد ایک مضمون مسلسل تصوف پر بشیر احمد صاحب علوی کا ہے اور دوسرا "ہندوستان قبل اسلام" کے عنوان سے جناب اڈیٹر کا۔ ان دونون کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ آخر الذکر مضمون کے لئے جو چار صفحات ضائع کئے گئے ہین وہ اول الذکر مضمون ہی کو ملنا چاہئیے تھے۔

اس رسالہ کے مقاصد مین چونکہ "ادبیات کی چاشنی" بھی شامل ہے، اس لئے اس کا بھی نمونہ ملاحظہ فرمالیجئے اور تھوڑی دیر کے لئے اس حقیقت کو بھلا دیجئے کہ یہ اشعار اس رسالہ مین پائے جاتے ہین جو قیام مذہبیت، تحسین اخلاق، نشر علم و حکمت ایسے سنجیدہ اور اہم مباحث کے لئے اس مقام سے نکلا ہے جسے "دار العلم والعمل" کہنے مین کوئی تامل نہین کیا جاتا۔

شاہ حسین میان کے اس مضمون کے بعد ہی جس مین مولانا عبد الباری مرحوم کے جوش جہاد اور "دندان شہید" کا ذکر کیا گیا ہے۔ جناب وحید کی ایک غزل درج ہوتی ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

بے مزہ اسواسطے آوازِ نَے ہونے لگی ، ریش قاضی پنبۂ مینائے مے ہونے لگی

دونون مصرعے خواہ کتنے ہی بے ربط ہون اور یہ شعر اپنی جگہ کتنا ہی مہمل کیون نہ ہو، لیکن اڈیٹر رسالہ کے حسن انتخاب کی داد دینا ضرور ہے کہ شاہ حسین میان کے اس مضمون کے بعد اس سے بہتر "تنقید تعریضی" اور کوئی نہین ہوسکتی تھی۔ اس غزل کا دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

کیون نہ وہ طوفان اُٹھائے کیون نہ مجھکو فریب — تیری ہی جانب سے جب دشمن کو شے ہونے لگی

"شے ہونے لگی" کی داد صرف خواجہ عبدالرؤف عشرت دے سکتے ہین جو لکھنؤ کی زباندانی کے سب سے بڑے علمبردار ہین

تیسرا بے پناہ شعر بھی سُن لیجئے:-

ہو گئے بدکیف دشمن تنگ ظرفی کے سبب — اس قدر پی لی کہ آخر سب کو قے ہونے لگی

لطف یہ ہے کہ اس غزل کے بعد ہی "فیوض حضرت بالسنہ" کا اشتہار درج کیا گیا ہے۔

صفحہ ۲۷ پر جناب رشید الکھنوی کی ایک غزل درج ہے آپ کے الہامات شعری بھی ملاحظہ ہون:-

تم جو اٹھلا کے چلو حشر ہی برپا ہو جائے — انھین قدمون کی قسم کیا سے ابھی کیا ہو جائے

دست نازک سے بھلا سر کا قلم ہو نا کیا — ہاتھ بدتے ہین اگر کھینچہ سیدھا ہو جائے

تیر و زدیدہ نظرون کا تجسس نہ کرے — سینہ تک آکے ذرا بائین پہ ترچھا ہو جائے

الغرض یہ ہین وہ "ادبیات عالیہ" اور یہ ہین وہ "مذہبیات و حکمیات فائقہ" جن کے ذریعہ سے "قیام الدین" دنیا مین ذہنی و علمی، اخلاقی و مذہبی زندگی پیدا کرنے کے لئے رونما ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان عدیم النظیر تحقیقات حکمیہ و ادبی شاہکارون کو دیکھکر کوئی کافر ہی ہوگا جو اس دعوے کی صحت پر ایمان نہ لے آئے۔

ماہ آیندہ کے ملاحظات مین، ہمارا خطاب صرف مولانا عبدالماجد دریابادی سے ہوگا اور ہم بتائین گے کہ یاجوجی قوت کا حقیقی سرچشمہ کہان ہے اور یہ کہ صحیح معنے مین اس کے عساکر کا اجتماع کہان پایا جاتا ہے۔ جہان "قیام دین" کی ضرورت بتائی جاتی ہے، وہان، یا اس جگہ جہان سے "قیام دین" کی آواز بلند کیجاتی ہے۔

آگاہ نہ ٔ تپ درون را ، نشتر چہ زنی رگ جنون را

اس ماہ کی اشاعت مین ہمارے فاضل دوست مولانا سید سلیمان ندوی کا مضمون "بحث سنت" پر غور سے پڑھنے کے قابل ہے یہ ماہ آیندہ مین ختم ہو جائے گا۔ اگر مولوی سید مقبول احمد صاحب بی۔اے جنکے جواب مین یہ مقالہ تحریر ہوا ہے، اس پر کوئی ایراد پیش کرینگے تو وہ بھی درج کیا جائے گا۔ اور پھر مین اپنی حقیر رائے اس نزاع پر پیش کرون گا۔ قرآن کے لطائف ادبیہ اور آصفی نظامی دونون مضمون سلسلہ کے ہین۔

ہمارے عزیز دوست مولوی علی اختر صاحب اختر نے جس تکمیل کے ساتھ اس مشکل مسئلہ پر بحث کی ہے وہ حقیقتاً شاعری کی دنیا مین کوئی معمولی چیز نہین۔

نیاز

۵؎ محاورہ تو "ناک بدنا" ہے۔

خاقانیِ ہند قاآنیِ عصر علامہ آصفی نظامی رح

(مسلسل)

۳- عرفی کی کائنات بہار ختم ہو چکی لیکن آصفی کی حقیقت ابھی تک بے نقاب نہیں ہوئی ہے۔ عرفی معیار بہار نہیں تھا لیکن معیار بہار قاآنی ہے۔ اسلئے اب ہم آصفی کو وہمیات کے بجائے، وجدان اور فطرت مین ڈھونڈھنا چاہتے ہین یہی اسکا کمال ہے۔ اور اسی جگہ سے اس کے حدود، ایران اور ہندوستان کے تمام شعراء سے الگ ہوتے ہین۔

درحقیقت آصفی، قاآنی کے پیرو ہین۔ جو نیچر کا سب سے بڑا غماز ہے اس لئے قصائد پر قصائد پڑھتے چلے جاؤ فطرت اور اس کے رموز و اسرار کا بیان ختم ہی نہین ہوتا۔ ابر و باد، بہار و خزان گلبن و بوستان، وغیرہ سے متعلق۔ سیکڑون تشبیہین لکھی ہین۔ اور کچھ ایسی بامزہ لکھی ہین، کہ "لا عین رأت ولا اذن سمعت" و نیا مردہ پرست ہے۔ بڑے بڑے نام آور ادیب، زندگی مین ایک نگاہ التفات کے لئے ترس کر مر گئے۔ لیکن دنیا کے کان پر جون تک نہ رینگی۔ وہی ہستیان مرنے کے بعد علم ادب کی مسجود قرار پائین، اور ہر شخص نے عقیدت کے دو چار پھول ضرور چڑھائے۔

کمال کی ناقدری کسی خاص زمانہ اور خاص ملک مین شیوۂ عوام و خواص نہین رہا۔ ہر ملک ہر قوم اور ہر زمانہ مین یہی شکایت نظر آتی ہے۔ ابن رشیق قیروانی صاحب العمدۃ فی صناعۃ الشعر نے ایک قطعہ لکھا ہے۔ صاحب معجم الادبا اسکی شان نزول یہ لکھتا ہے۔ کہ ایک ادیب نے طبقات الشعراء لکھنا شروع کی۔ اور تبصرہ مین تقدم و تاخر کو وجہ فضیلت قرار دیا۔ بات بہت کمزور تھی۔ کوئی ضروری نہین۔ کہ زمانہ کا تقدم، علم و فضل، اور سعادت و فطانت مین بھی پیش پیش رکھے۔ ابن رشیق ان تمام شعراء سے کمسن تھے۔ جنکا کتاب مین ذکر تھا اسلئے یہ سب سے کم رتبہ قرار دیئے گئے تھے۔ انھین خبر ہوئی تو یہ قطعہ لکھ بھیجا

رفقاً ابا اسحاق بالعالم　　حصلت فی اضیق من خاتم

لوکان فضل السبق منقصة　　فضل ابلیس علی آدم

ابو اسحق دنیا سے بہ نرمی و ملائمت پیش آؤ۔ تم انگوٹھی سے تنگ تر حلقہ مین پھنس گئے۔

اگر سابق کی فضیلت مین وسعت ہوتی۔ تو شیطان آدم علیہ السلام سے بزرگ تر تھا۔

جب یہ قطعہ ابو اسحق تک پہنچا۔ تو انھون نے مجوزہ اسلوب بدل دیا۔ اسی مفہوم کو ابن شرف قیروانی نے دو قطعون مین ادا کیا ہے

قل لمن لا یری المعاصر حقا　　و یری للاوائل التقدیما

ان ذاک القدیم کان جدیدا　　و سیغدو هذا الجدید قدیما

اس شخص سے کہدو۔ جو اپنے معاصرین کا حق شناس نہین جو صرف سلف اور گذشتہ آدمیون کو افضل جانتا ہے، کہ یہ کہنہ بھی کبھی نیا تھا۔ اور عنقریب یہ نیا بھی قدیم ہو جائیگا

دوسرے قطعہ مین اس کی وجہ بھی بیان کرتا ہے۔

اغزی الناس بامتداح القدیم　　　وبذم الحدیث غیر الذمیم

لیس الا لانھم حسدوا الحیّ　　　ورقوا علی العظام الرمیم

مطلب یہ ہے۔ کہ لوگ پرانے لوگون کی تعریف اور نئے آدمیون کی برائی صرف اسلئے کرتے ہین۔ کہ انکو دیکھ نہین سکتے۔ حسد کے مارے اور کچھ نہین تو مذمت ہی شروع کر دیتے ہین۔

مولانا آصفی نے بھی متعدد مرتبہ یہی سبق دھرایا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ انھین بجا شکایت ہے۔ جو ذات متقدمین، متوسطین، متاخرین ہر طبقہ کی حریف ہو وہ یون محروم التفات رہجائے ہزار وصد ہزار حیف ہے۔

آمدم بر سر مطلب۔

۱۔ قاآنی نے ایک تشبیب مین، بادل کا سمان نظم کیا ہے۔ کہنا یہ چاہتا ہے۔ کہ۔

"بخارات اٹھ اٹھکر جو سما مین سیاہ چادر سی بنجاتے ہین۔ ہوا چلتی ہے۔ اور اس سیاہ چادر کو عالم پر تان دیتی ہے۔ بدلیان آتی ہین۔ گرجتی ہین۔ اور برستی ہین۔ بجلیان پیدا ہوتی ہین۔ کڑکتی ہین۔ اور چمکتی ہین۔"

میر محبوب علی خان والئ دکن کی مدح مین، مولانا نے ایک قصیدہ لکھا ہے۔ تشبیب مین، یہی سمان بیان کیا ہے۔ ہم دونون تشبیبین دوش بدوش نقل کرتے ہین۔ انصاف پسند دماغ دیکھین۔ کس طرح ایک ہندی، ایرانی شہسوار سے گوئے سبقت لیجانا چاہتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ان کی جانب سے ابن شیوق اور ابن شرف کا جواب دہرانا پڑے

قاآنی

بگردون تیرہ ابرے، بامدادان برشد از دریا
جواہر خیز و گوہر ریز و گوہر بیز و گوہر زا
چو چشم اہرمن خیرہ، چو روئی زنگیان تیرہ
شدہ زگفتی، ہمہ چیرہ بمغزش علت سودا
شبہ گون چون شب عاشق، گرفتہ چون دل عاشق
باشک دیدہ وامق، برنگ طرۂ عذرا
تنش با قیر آلودہ، دلش از شیر آمودہ
برون پُر سرمہ سودہ، درون پر لولوئی لالا

آصفی

چہ دود است این کہ پوشیدہ است روئی نیلگون دریا
ز دریا سر بر آوردہ، چو دیوے شد ہوا پیما
رود آشفتہ از جیحون، دود شوریدہ در ہامون
پریشان صورت مجنون، وژم چون طرۂ لیلی
شب تار از شۂ زنگی، سیہ چون چہرۂ زنگی
عیان آثار دلتنگی، نہان جمعیت دلہا
چو شام عاشقان تیرہ، چو مغز کافران خیرہ
بدشت دکوہ شد چیرہ، بگردون کردہ استیلا

آصفی	قاآنی
بود چون کوہِ گردندہ، بسوئے چرخ پویندہ	بدل گلشن بہ تن زندان، گہے گریان گہے خندان
زکانِ خویش ریزندہ، بدریا جوہرِ والا	چو در بزمِ طرب، رندان زشورِ نشاءِ صہبا
نہنگے بہ ہوا رفتہ، در آغوشش فلک خفتہ	چو دودے بر ہوا رفتہ، چو دیوے مست و آشفتہ
بکامِ خویش بگرفتہ، چو ماہی، یونس بیضا	زدہ بس ورنا سفتہ، زمستی خیرہ در خارا
چو پیلے بحر را نوشد، چو شیرِ مست بخروشد	شدہ خورشید نور افشان، ببارِ ہی جرمِ او نہان
چو بیضہ، چرخ را پوشد، کشاید شہپر عنقا	چو شاہِ مصر در زندان، چو ماہِ چرخ در ظلما
ہوا تازندہ گل گونش، بر و جولان بہ گردونش	دیا در تیرہ چہ بیژن، نہفتہ چہرۂ روشن
ز دشت وکوہ دہا مونش، محابا نیست نے پروا	دیار وشن گہر بہمن، شدہ در کام اژدرہا
بگردون میکشد آوا، زسودا می کند غوغا	زبیمش مرغِ جان پرد، زسہمش زہرہا درد
تنش را علتِ سودا، دلش را علتِ صفرا	چو او چون اژدہا غرد، وچون دو کشد آوا
چو عفریت ست روئی او، فرشتہ دار خوی او	خرد شد ہر دم از گردون، کہ پوشد بر تنِ ہامون
زخشک و تر لبسوئی او، بود چشمِ امل ایما	زسنبل کسوتِ اکسون، زژالہ خلعتِ دیبا
بہ بر نیلی قبا دارد، زجیبش اختر فرو بارد	فشاند بر چمن ژالہ، دماند از دمن لالہ
بکوہ و دشت نگزارد، بنورش گرمی از ظلما	چنان از دل کشد نالہ، کہ سعد از فرقتِ اسما

یہان سے قاآنی نے چمن کی طرف گریز کی ہے۔ ابر کی کوئی نئی تشبیہ نہین لکھی۔ آصفی کی ندرتِ تشبیہ پر پہلے بھی متعدد دلائل گذر چکے ہین۔ یہ قصیدہ مہر ہے۔ جو فطرت نے ختم شعر پر ثبت کر دی ہے۔ امثال و نظائر کا دریا امنڈ پڑا ہے۔ دیکھو کس خوبی کے ساتھ قاآنی کی کمی کو ایک ہندی دماغ نے پورا کیا ہے۔ فرماتے ہین۔

جہان از گریہ اش خندان، زجیبش لولو و مرجان　　بجیبِ گلشن و بستان، بکوہ و دامنِ صحرا

درونش مشرقِ بیضا، برونش یک شب یلدا　　درون چون طلعتِ عذرا، برون چون طرۂ لیلیٰ

گہے چون پیلِ غرندہ، گہے چون نیلِ جوشندہ　　گہے چون سیلِ ریزندہ، بسوئی پستی از بالا

گہے رقصیدہ مستانہ، گہے پوشیدہ دیوانہ　　بآدد بویرانہ، ستان رہ بر دگہ در وا

بود گرنیدہ چون عاشق، پریشان چون دلِ وامق　　بہ پہنائے شبِ غاسق، زدردِ فرقتِ عذرا

فشاند شعلۂ آذر، کشد دم صورتِ اژدر　　بغرد ہمچو شیرِ نر، کند چون دیو استیلا

جدا از مغزِ او آذر، چکد از چشمِ او گوہر　　چہ گوہر، یکسرہ اختر، چہ اختر، اخترِ رخشا

فلک در قرا آید، زمین پر شیر بنماید　　دہانِ غنچہ بکشاید، پے آن شیر طفل آسا

گے گوہر چکد از وے، گے صورے دمد از وے گے سنبل شود از وے، اسیر علتِ سودا
سراسر چشمۂ قطرک، شود از دامنش ریزان بود در قطرہ اش پنہان، بہارِ عشرتِ دلہا

۲- شاہزادۂ شجاع السلطنتہ کی مدح مین قاآنی کا ایک قصیدہ ہے ۔ ز دبدلم اے نسیم آتشِ ہجرانِ یار تشبیب کی ابتدا وصف شراب سے کی ہے ۔ مگر ثانی مطلع سے بہار کی طرف گریز ہے ۔ آصفی نے میرزا عبدالرحیم معتمد صرف خاص کی ستائش مین جو قصیدہ لکھاہے ۔ وہ اسی بحر مین ہے ۔ اور بہار یہ ہے ۔

اللہ اللہ ۔ قاآنی کے سامنے زبان کھولنا ۔ اور پھر وہ بھی حریف بنکر ؏
کارے ست کہ ہیچ کس نکردہ ست ہنوز

قاآنی مژدہ کہ شد در چمن رایت گل آشکار بردسوے کوہسار، کوکبۂ ابر بہار آصفی
مژدہ کہ سرزد بہمن از دمن و مرغزار بہمن و دی گشت زار، از غمِ آن گیرودار

ابر بہار، اپنے جرار لشکری لیکر، خزان کو پامال کرنے کے لئے نکلا ہے پکڑ دھکڑ کے خوف سے بہمن و دے (خزان کے دو ماہ) کے لشکر مین وہ ہلچل پڑی ہے ۔ کہ خدا محفوظ رکھے ۔

قاآنی وجد کنان شاخِ گل از اثرِ بادِ صبح سوری رومی عذار، قلب گرفت استوار آصفی
رقص کنان سروِ ناز، برطرفِ جوئبار لالہ قزلباش وار، صف زدہ در ہر کنار

سوری، ایک قسم کا سرخ رنگ پھول ہے ۔ وہ قلبِ فوج کا کمانڈار ہے ۔ ادھر دونون بازو دن میمنہ اور میسرہ پر گل لالہ ترکون کی طرح، ڈٹے کھڑے ہین ۔

قاآنی لالہ بکف جام مے، گشتہ مہیاے عیش تاخت بہر باغ و کشت، لشکر اردی بہشت آصفی
گرچہ ز نقصانِ عمر ہست بدل داغدار دشت ازان شد بہشت، راغ شدہ مرغزار

اردی بہشت (بہار کا ایک مہینہ) کا لشکر چارون طرف، کھیتون اور باغون مین جا پہنچا ۔ اور خزان کا عمل اٹھ گیا اب چٹیل میدان، چمن، اور بن سبزہ زار نظر آرہے ہین ۔

قاآنی گوش فرا دادہ گل تا چمن بشنود گیسوئے نرگس بکف نیزہ دَوَد ہر طرف آصفی
از دہنِ عندلیب شرحِ غم بیشمار خیلِ خزان صف بصف، شد بسنانش فگار

نرگس نے نیزہ ہاتھ مین لیکر خزان کی صفون کی صفین الٹ دین ہین ۔ جدہر دیکھئے ۔ زخمی اور مقتولون کے انبار لگے ہین

قاآنی زان بزبانِ فصیح کردہ روایاتِ شوق سوسن زنگی سرشت، ہمرہِ اردی بہشت آصفی
قصہ ز ہجرانِ گل، شکوہ ز بیدادِ خار کرد شبرد بین وخشت، حملہ یمین و یسار

اردی بہشت کے ہمراہ سوسن بھی، چھوٹے چھوٹے برچھے لیکر داہنے اور بائین حملہ آور ہے ۔

قاآنی　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　آصفی

وقتِ سحر گشت باز دیدۂ نرگس زخواب　　خنجر سوسن کشاد، یکسرہ خونِ فساد
تا کہ صبوحی زند از پئے دفعِ خمار　　سینۂ گلزار داد، خونِ خزانِ آشکار

سوسن نے خزان کے سینہ مین خنجر مار کر، سارا فاسد خون نکالدیا یہ لالہ کاریان، اسی خون کی ہین، جو چمن مین نظر آرہی ہین

قاآنی　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　آصفی

غنچہ کشاید دہن، تا کہ زپستانِ ابر　　خشک وہمہ تر گرفت، بحر وہمہ بر گرفت
از قطراتِ مطر، شیر خورد طفلِ وار　　دشت وچمن در گرفت، موکبِ فصلِ بہار

غرضکہ لشکرِ بہار نے خشکی اور تری سب پر قبضہ کرلیا۔ اب دشت وچمن، بحر وبر سب اس کے زیر نگین ہے۔

قاآنی　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　آصفی

باد بر خسارِ باغ غالیہ سائی کند　　چغد وچہ زاغ وزغن با ہمہ رنج ومحن
زلفِ سمن را دہد، نفحۂ مشکِ تتار　　رفت بدشت ودمن، از چمن ومرغزار

منحوس ویرانہ پسند پرندے، الو، کوے، اور چیلین سب چمن اور سبزہ زارون کو چھوڑ کر جنگلون مین پناہ گزین ہوگئے ہین۔ اب ان کے لئے یہان جائے امن نہین۔

قاآنی　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　آصفی

چہرِ ریاحین رود در عرق از آفتاب　　فاختہ وہم ہزار، در چمن ومرغزار
مژدہ زان رود دہد، باد بدستِ چنار　　کبک وکلنگان وسار، بر طرفِ جویبار
لالہ بسانِ صدف ابر درد چون گہر　　زمزمۂ بلبلان، ہمہمۂ صلصلان
شاخ شود بارور، باد شود مشکبار　　خندۂ عیشِ گلان، بردہ زدلہا قرار

اب چمن مین اور نہر کے کنارے، فاختہ، بلبل، کبک، کلنگ اور سارس براج رہے ہین۔ اور خوشنوا پرندون کی نغمہ آفرینی، اور پھولون کے خندہ سے دل بے تاب ہوا جاتا ہے۔

قاآنی　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　آصفی

سوسن ازان رو شدست شہرہ بآزادگی　　رقص کنان شاخِ گل، دست فشان مستِ مل
کز دل وجان میکند مدحِ شہِ کامگار　　این بصدائے دہل، وان بنوائے ہزار

قاآنی نے مدح کی طرف گریز کرلی۔ لیکن آصفی کی مواج طبیعت ابھی طوفانی ہے۔ ہوا سے پھولون کی ڈالیان ناچ رہی ہین۔ بلبلین گانے مین مصروف ہین۔ لوگ شراب پی پی کر، دہل کی آواز پر کود رہے ہین

سرو شد آراستہ، چون بتِ نوخاستہ　　شد ہمہ دل خواستہ، سازِ نشاطِ بہار
نامیہ از ساحری، ساختہ صنعت گری　　بتکدۂ آذری، گشت چمن از نگار

قوتِ نشو ونما نے جادو سا کیا ہے کہ نقش ونگار سے، چمن، آذر کا بتکدہ نظر آتا ہے۔ رنگ برنگ پھول اس خوبصورتی سے بنائے ہین۔ کہ عقل حیرت کرتی ہے۔

ساغرِ یاقوت رنگ، پُر ز شرابِ فرنگ　　یا کہ دمیدہ زسنگ، لالۂ احمر عذار

گل لالہ، پہاڑون مین کھلا ہوا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یاقوت رنگ پیالہ ہے۔ جس مین یورپ کی سرخ سرخ شراب بھری ہے

غنچہ صراحی بدست، لالہ بود می پرست — گل زطرب نیم مست، نرگس ازان در خمار

غنچے کے ہاتھ مین صراحی ہے۔ لالہ اس مین سے لیکر پی رہا ہے۔ پھول سرخوش ہین۔ اور نرگس پر خمار

زآتش می بلبلہ۔ سوخت چنان مشعلہ — شد ہمہ را مشغلہ، بر صفتِ شعلہ زار

چونکہ شراب کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اسلئے۔ یک نظر یہ خیال گزرتا ہے۔ کہ شعلے ہین۔ جو گلاس مین بھر دیئے ہین۔ جب شراب گلاس مین انڈیلی جاتی ہے۔ تو تیزی اور جوش کی وجہ سے جھاگ پیدا کر دیتی ہے۔ جو بالآخر ہوا سے مرجاتے ہین۔ شاعر یہ منظر دیکھ کر خیال کرتا ہے۔ کہ یہ جھاگ نہین ہین۔ مشعلین ہین۔ جو آتشِ مے سے روشن کر دی گئی ہین۔

بادہ میانِ قدح، جوہرِ جانِ قدح — دادہ نشانِ قدح، لمعۂ آن ہر کنار

لالہ بود مستِ می، قطرۂ شبنم چو خوی — ریختہ بر روی وی، ہمچو درِ شاہوار

نامیہ چون سرزدہ، بادیہ خرم شدہ — گشت ہمہ گلکدہ، دشت و دمن، کوہسار

سبزۂ لیلی نسب، زد بہوائے طرب — خیمہ برسم عرب، در چمن و مرغزار

ژالہ بصحرا و راغ، چون گہرِ شب چراغ — قطرہ براطرافِ باغ، کوکبِ شبہائے تار

غالیہ ساگشت باد، طرۂ سنبل کشاد — ہم گلِ مشکیچہ داد، نکہتِ مشکِ تتار

گشت بفیضِ نسیم، زندہ عظامِ رمیم — عیسئی گل را شمیم، شد نفسِ روح بار

دیدۂ نرگس بخواب، طرۂ سنبل بتاب — عارضِ ہر گل بآب، بلکہ بود شعلہ بار

ایک طرف قاآنی کا قصیدہ پڑھو۔ دوسرے پہلو مین آصفی کی گلکاریان دیکھو حق یہ ہے۔ کہ ہندوستان کا قاآنی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا قلم بھی دریائے مواج کی مانند، غم بلند و پست سے بے نیاز ہے۔ الفاظ کی ہم آہنگی، بحر کی موسیقیت بندش کی چستی، تراکیب کا ترنم، زبان کی چاشنی، وہ کون سی صفت ہے، جو قاآنی مین ہے اور آصفی مین نہین پھر تخیل کا ہلکا ہلکا رنگ اس پر مستزاد ہے۔

۳ – قاآنی نے حاجی آقاسی مرزا کی مدح مین بہاریہ لکھا ہے۔ مطلع ہے۔

عطسۂ مشکین زند ہر دم نسیمِ مشکبار — باد، گوئی، آہوے چین ست کار و مشکبار

آصفی نے بھی اس بحر مین قصیدہ لکھا ہے۔ تشبیب کی ابتدا صنعِ باری سے کی ہے۔ قطرت کی چمن آرائیان، قدرت کی نیرنگیان، اور عالمِ خاک و باد پر حکمت باری کی گل کاریان بیان کرتے کرتے، بہار کا ذکر چھیڑ دیا ہے۔ فرماتے ہین۔

عالمِ امثال، اگر خواہی، کہ بینی آشکار — عینکِ گلہا بنہ بر دیدہ ہائے اعتبار

دیدۂ اعمی نزراز خاک، برگیر د سراغ — پردۂ چشمش شود گل برگ ورشبہائے تار

ہر کجا بینند، ریز دکیسۂ گل زرِ ناب — خاک باشد بوتۂ زر، کیمیاگر نو بہار
سبزۂ پیروزہ گون دلا لہائی لعل رنگ — لاجورد و لعلِ آمیزد بہ نقشِ روزگار
کارگاہِ باغ رابینی پر از چینی حریر — دشت را یابی نگارستانے از رومی نگار
دامنِ باغ ست، از لالہ، چو باغِ کاشمر — جیبِ باغ ست از گلِ مشکیچہ چون دشتِ تتار

کیسا سادہ لطیف، اور پر کیف طرز ادا ہے، ہر ہر شعر بہار در دامن نظر آتا ہے۔ ذیل کے اشعار مین تخیل کی رنگ آمیزی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تاج محل کی پچی کاری ہے۔

عکسِ موجِ لالہ و گل گر بآبِ جو فتد — رنگ چون قوسِ قزح بالد بموجِ جویبار

نہر کے کنارے لالہ اور گلاب لہلہا رہا ہے۔ جب ہوا سے درخت اور پودے جھومتے ہین یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رنگ کے دریا مین موجین اُٹھ رہی ہین۔ جب اس منظر کا عکس نہر مین دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ نیلے پانی پر دھنک، جو ہوا سے لہرا رہی ہے کیسی خوبصورت مرکب تشبیہ ہے۔

گر صبا از کوہسا ران جانبِ صحرا رود — دامنِ صحرا شود از گردِ راہش لالہ زار

پہاڑ کے دامن سے ہوا گذرتی ہے۔ تو اسقدر رنگ بدامن ہو جاتی ہے۔ کہ جس جنگل مین سے گذر جاتی۔ سارا کا سارا گلِ لالہ کا تختہ معلوم ہوتا ہے۔ سبحان اللہ رنگ کا طوفان امنڈ آیا ہے۔ گرد و غبار تک سرخ ہو گیا۔ برسات مین سارا جنگل چمن بنجاتا ہے جس طرف دیکھیے۔ پھول ہی پھول کھلے ہوتے ہین۔ شاعر اسکی وجہ یہ قرار دیتا ہے۔ کہ دامنِ کوہ سے ہوا اپنے ہمراہ جو غبار اڑا لیگئی تھی وہ اس طرح رنگ رنگ کے پھولون کی شکل مین نمایان ہوا ہے۔

شد چمن از سبزۂ خرم چو طوطی سبز پوش — بالِ طوطی میدمد جائے گیا در سبزہ زار

ہری ہری گھاس کا جنگل مین دور دورہ ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحر طوطا ہے۔ اور گھانس اسکے پر ہین۔

صورتِ سبزک شود، بالِ حواصل سبز رنگ — بر فشاند زاہتزاز باد اگر در مرغزار

سبزک، ایک قسم کا رنگین پرندہ۔ غالبًا نیل کنٹھ۔ حواصل دریائی پرندہ۔ غالبًا بگلا۔ اگر مرغزار مین سفید رنگ پرندہ پر پھیٹ پھٹائے۔ تو نیل کنٹھ کی طرح رنگین ہو جائے۔

از ہوا، جامِ زمرد گون شود جامِ بلور — غورہ گردد قطرۂ شبنم زعکسِ سبزہ زار
از نمو چون کاکلِ سنبل شود دودِ چراغ — غنچۂ گل از ہوا گردد چہ شعلہ چہ شرار
باد در گوشِ صدف گوید اگر حرفِ بہار — غنچۂ رنگین شود در بحر، درِ شاہوار

سبحان اللہ! حسنِ تخیل، اور جدت ادا نے کیسی سحر کاری کی ہے اگر سیپ کے کان مین ہوا موسم بہار کی کوئی بات کہدے، تو موتی جو سیپ کے اندر ہوتا ہے۔ اپنی ہیئت تبدیل کر کے اس بات کے اثر سے کلی بنجائے

گل بخود بالد زعشرت درمیانِ شاخسار سرو می جنبد بر عنائی کنارِ لالہ زار
بلبل از سازِ طرب بر شاخِ گلبن در نشید بر گہا دستک زن از سازِ نشاط روزگار
از فروغِ حسنِ نسرین و جمالِ نسترن ماہِ تابندہ شود ہر کوکبِ شبہائے تار
دشت را از لالۂ و گل، گلشنِ رضوان بجیب گلستان را از گل و ریحان بہشتے در کنار

آصفی کی تشبیب کا بڑا حصہ بہاریہ ہے۔ تنگیٔ وقت اجازت دیتی، تو یارانِ نکتہ داں کے لئے صلائے عام و بیتابِ حسرت خاص ہی سہی۔

بسکہ آبِ دلِ خاک چنان سیراب ست کہ بود ذرہ چو گرداب ہمہ طوفان کار
قطرہ از جوشِ روانی ہمہ سیلاب شود سیل از موج کشائی ست چو بحرِ ذخار
تیغِ خورشید اگر سبز شود نیست عجب خیزد از خرمیٔ سبزہ زبس جوشِ بخار
عجبے نیست کہ روید بصدفِ غنچۂ گل بسکہ از رنگِ بہار ابر بود دریا بار
عجبے نیست کہ در کاغذِ بادی ہوا گوہرین سلک شود رشتہ باینارِ قطار
عجبے نیست اگر ابر زمستانہ روی جانبِ دشت کند راہ غلط از گلزار
عجبے نیست کہ چون سبزہ ببالد بر خویش آب آئینہ دہد نشو و نما از زنگار
لالہ زاریست زہر داغ بہ پہلوی پلنگ جوشِ زور رنگ بکہسار ز یاقوت شرار
تازہ جانے رسد از نکہت گلہا بمشام تازہ روحے بقوالب دمد از بوئی بہار
ہر کجا شوق رود، لالہ بہ بیند خرمن ہر کجا ذوق رسد گل ہمہ یابد ایثار
عجبے نیست کہ از تربیت نشو و نما نالۂ عشقِ دل سوختہ بالد چو چنار
عجبے نیست کہ داغِ جگرِ سوختہ ئے بنسیمِ سحری طرح کشد از گلزار
کور اگر چشمِ تماشا بگلے بکشاید میدمد ہمچو رگِ گل زنگاہش صد تار
پرتوِ روے گل و لالہ فتد گر بزمین از زمین رنگِ شفق جوش زند در شبِ تار
تودہ تودہ زریا حین بگلستان و دمن پشتہ پشتہ ز گل و لالہ بدشت و کہسار
برگ برگِ چمن از شورِ جلاجل لبریز شاخ شاخ ہمہ گلزار صدا خیز چو تار

خوش بود ساقی درین دوران بگلشن می زدن لالہ جام و غنچہ مینائے بہاران آمدہ ست
خندۂ گل در چمن افگندہ گلدام نشاط نو بہار از بہرِ صیدِ عندلیبان آمدہ ست

سبحان اللہ۔ خندۂ گل، کو گلدام نشاط قرار دینا، اور بلبل کی وارفتگی کی علت اسکی گرفتاری بتانا کسدرجہ پیارا مفہوم ہے۔ بیچاری معذور ہے۔ کس صورت سے چمن سے باہر قدم رکھے۔ جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ جبتک جال نہ ٹوٹ جائے۔ ہل نہیں سکتی۔

در شکر خوابست طفلِ غنچہ در آغوشِ شاخ — باد نوروزی زہر سو مہد جنبان آمدہ ست
سبزۂ نورستہ ہر جا چیدہ فرشِ مخملین — خسرو گل تا پئے سیر گلستان آمدہ ست
ہست گردِ دشت و صحرا آنچنان نکہت فروش — دامنِ ہر گرد بادے عنبر افشان آمدہ ست
گاہ سیرِ گلشن، از فیضِ بہارِ عکسِ گل — یک گلستانے بحسن سادہ رویان آمدہ ست
صورتش گردد مصور، ہرچہ آید در خیال — نامیہ نقاشِ از او ہام امکان آمدہ ست

سبحان اللہ۔ ایک ایک شعر پر وجد طاری ہوتا ہے۔ کہاں ہیں۔ ایران پرست دماغ۔ ان اشعار کا جواب لائیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

بسکہ از جوشِ بہاران، بجہان نشو و نماست — باغ در راغ و دمن و کوہ بہ مینو ماناست
نقشِ ہر راز کہ در طبعِ زمین بود نہان — عکسش از آئینۂ لالۂ گلہا پیداست
تا کجا بار نہد، قافلۂ لالہ و گل — شہر و گلزار و ہمہ دشت و درہ تنگ فضاست
راہِ گلزار و بیابان بجیب در است نہفت — لالہ و گل کہ ہجومے بنمود از جیبِ راست
شد زمین سبز و ہوا سبز و فلک شد سر سبز — سبز در سبز نوا بر لبِ مرغانِ ہواست

غالبؔ نے بہار کی وسعتِ دستگاہ کو ایک شعر میں یوں ظاہر کیا ہے

سبزہ کو جب کہیں جگہ نہ ملی — بن گیا روئے آب پر کائی

شعر خوب ہے۔ اور اسی لئے تقریبًا ہر ادیب سے خراجِ تحسین۔ وصول کر چکا ہے۔ مولانا نے بہار کی سرسبزی اور ہمہ گیری کو ایک قدم اور آگے بڑھا دیا۔ اب نہ صرف روئے آب سر سبز ہے۔ بلکہ بر روئے ہوا چڑیوں کے پیچھے بھی سبز اور تر و تازہ ہیں۔

ز آتشِ لالہ چنان شمع برافروخت بدشت — کز رگِ شعلۂ آن، مد نگاہِ اعمیٰ ست

جنگل میں لالہ کی شمع روشن ہے۔ لیکن وہ معمولی روشنی پیدا نہیں کرتی۔ اس کی روشنی اسدرجہ لطیف اور ساری ہے۔ کہ نابینا کی آنکھ کے پردوں سے گذر جاتی ہے۔ جب انسان کسی چیز پر نظر ڈالتا ہے۔ اسکی آنکھ اور اس شے کے درمیان ایک مستقیم خط فرض کیا جاتا ہے۔ جو گویا نظر کی کشش ہے۔ شاعر شعلوں میں جو خطوط متوہم ہوتے ہیں۔

انھیں نابینا کی مدنگاہ قرار دیتا ہے یا بالفاظِ دیگر شمع کی روشنی از سرتا پا بینائی ہے۔ لالہ کی سرخی کی دوسری تاویل سنیے۔

زآتشِ لالہ شرارے کہ جہد در کہسار		صفتِ کرمکِ شب تاب، پرافشان بہوا ست

موسم بہار میں، رات کو درختوں پر جگنوؤں کا ہجوم ہوتا ہے ادہر ادہر فضا میں شرارے سے اڑتے نظر آتے ہیں۔ اور درخت سر دچراغاں بنے ہوئے ہیں۔ چونکہ سرخ سرخ گل لالہ سے جنگل میں آگ لگی ہوتی ہے۔ شاعر ان جگنوؤں کو اس سرد آگ کی سرد چنگاریاں قرار دیتا ہے۔

سیمِ محلول زند جوش ز آب انہار		شورشِ چشمۂ سیماب ز موجش پیداست

میرے مخلص دوست مولوی وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی ایم۔ اے نے ایک نظم لکھی تھی۔ دریائی منظر موضوع تھا۔ بہتے پانی کے متعلق ایک تشبیہ بہت نادر تھی۔ ہمارا سب کا خیال تھا۔ کہ غالباً نئی ہے۔ صرف وہ مصرع یاد ہے سے پگھلا کے چاندی، گویا بہادی۔ لیکن اب یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ آصفی نے اسی مفہوم کو، باضافہ آج سے تقریباً ۲۵ سو سال پیشتر نظم کر دیا ہے "سیم محلول" اور "شورشِ چشمۂ سیماب" کسقدر مکمل تشبیہیں ہیں اب صرف "برقی رو" کہنا باقی رہگیا ہے۔ قلعہ معلیٰ میں دالسر آئے کی آمد پر بجلی کا یہ تماشا نظر سے تو گذر چکا ہے۔ لیکن بقید نظم دیکھنے میں نہیں آیا۔

نکند میلِ صبوحی بسحر، نرگس مست!		نشۂ بادۂ دوشینہ بہ چشمش برخاست

برلبِ گل بزن انگشت، و شنو نغمۂ راز		گر دلِ تو، چو صبا، رازِ بہاران شنو است

جس وقت ہوا، پھولوں کی کیاریوں میں سے گذرتی ہے۔ ایک نہایت ہی سریلی سنسناہٹ سنائی دیتی ہے۔ شاعر کا خیال ہے۔ کہ یہ پھول کی آواز ہے جہاں ہوانے سازِ گل چھیڑا۔ اور اس نے سارا بہار کا چھپا ڈھکا حال کہنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ صبا کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اگر تم بھی، نغمۂ راز سننا چاہتے ہو۔ تو ذرا پھول کی پتی پر انگلی مار دو۔ پھر دیکھو، کیا ہوتا ہے سے "اک ذرا چھیڑیئے۔ پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے"

عہدِ خزان، بعہدِ بہاران برابرست		کہسار و دشتہا، بگلستان برابرست

باآن کہ ابرِ دی، بجس قطرۂ بریخت		لبریز جام و لالۂ نعمان برابرست

دہقانِ باد، گرچہ عرق ریزی نکرد		یا سبز کشت، دشت و بیابان برابرست

از لطف و نرمے کہ بود در رگِ سمن		با شے زبانِ خارِ مغیلان برابرست

از تازگی، بشاخِ نہالِ ثمرفشان		در دشت و کوہ، شاخِ غزالان برابرست

برآب و تابِ ذرۂ صحرا مژہ کشا		باآب و تابِ گوہرِ غلطان برابرست

از جوشِ رنگِ لالۂ نعمان و ارغوان		گلشن بکانِ لعلِ بدخشان برابرست

ہر قدر دانہ کہ در کِشت دریں فصل نشاند — خرمنِ گل بکفِ حاصلِ دہقان آمد

بہار کا موسم تھا۔ نامیہ کو گل کی پرورش اور غور پرداخت مقصود تھی۔ بیچارے کسان نے جسقدر اناج بویا تھا سب پھولوں کی شکل میں زمین سے برآمد ہوا۔

خاک از عکسِ گل و لالہ بدخشان گردید — ہر کجا بود چمن، کانِ بدخشان آمد

رخ برافروختہ گل، مغبچۂ را ماند — کہ بکف مجمرِ زرین و بہ نیران آمد

گلاب کے پھول کی نئی تشبیہ ہے پھول کی کٹوری آگ کو سونے کی انگیٹھی، اور زرِ گل کو آگ قرار دینا جدتِ ادا اور نزاکت تشبیہ کی نادر مثال ہے۔

تا عصائی نکند، شاخ نخیزد از جا — در چمن باد زمین گیر چو مستان آمد

غمزۂ شوخ نگاہان فتد از چشمِ ہوس — تا بجا دو نظری نرگسِ فتان آمد

قدح از لالہ ستانید، وصبوحی بزنید — شبِ غم، مرغِ سحر گفت، بپایان آمد

ساغر و جامِ بلورین بسرِ سنگ زنند — جامِ یاقوتیٔ گل در کفِ مستان آمد

کہنا یہ تھا کہ پھول کی بھینی بھینی خوشبو، موسمِ بہار میں شراب سے زیادہ بدمست کر دیتی ہے۔ انسان سونگھتا ہے۔ اور جھومتا ہے۔ مگر شاعر یوں کہتا ہے۔ کہ اب بلور کے پیالوں اور گلاسوں کی ضرورت نہ رہی۔ کیونکہ مستوں کو ان کے عوض، گلاب کے پھول کا یاقوت رنگ پیالہ مل گیا ہے۔

سحرگاہان، کہ از فیضِ بہارِ گلشنِ خاور — شفق گون شد، گلِ خورشید تابانؔ چون گلِ احمر

صبح کا منظر ان الفاظ سے حسین تر لفظوں میں ممکن نہیں طلوع کے وقت سورج کو دیکھو۔ بلا مبالغہ سرخ سرخ گلاب کا سا پھول معلوم ہوتا ہے شاعر اس کو گلشنِ مشرق کی بہار کا فیض قرار دیتا ہے۔ شفق پھولی تمنے بارہا دیکھی ہوگی کیسی گہری سرخ ہوتی ہے شعر میں سورج کو براہِ راست، اور گلاب کے پھول کو بواسطہ شفق رنگ کہا ہے۔

سمن جوشید از ریحان، گلِ نسرین شدہ خندان — بہارش رنگ زد چندان، زمین شد سیمگون یکسر

چنبیلی اور جوہی کے پھولوں کا یہ عالم ہے۔ کہ ساری زمین چاندی کی طرح سفید ہو گئی ہے

چو ریحان یاسمین گشتہ، ز رومی رنگِ چین گشتہ — ہمہ روئے زمین گشتہ سمن زار و سمن پرور

سمن زار اور سمن پرور روئے زمین کی سفیدی کے کفیل ہیں۔ لیکن ہر جگہ سفید ہی پھول نہیں کھلتے۔ سرخ اور سنہری بھی نظر آتے ہیں اس منظر کو یوں ادا کیا ہے

فلک زرین، ہوا زرین، زمین زرین شدہ گوئی — جہان شد کانِ زر از پرتوِ بالِ دیرش یکسر

زمان آراستہ با فرشِ زرین عرصۂ گیتی — بدور آورد صہبائی شفق ہر سو بجامِ زر

زمین رنگین، زبان رنگین، ہوا رنگین جہان رنگین چمن رنگین، دمن رنگین زگل وز لالۂ احمر

سبحان اللہ! گل گلاب و گل لالہ کی کیا رنگ فروشی ہے۔ سارا عالم رنگین نظر آتا ہے۔ مولانا کی اعجاز بیانی حدِ ثنا سے بالاتر نکلی

نوائے مستی بلبل، ترنگِ شیشہ از قلقل تبسم ریزیِ ہر گل، ربودہ ہوش عقل از سر

مولانا کی دستگاہِ بہار انجام آشنا نہوئی۔ مگر ہم اُکتا گئے۔ پردۂ فطرت ہونیکے باعث یہ مضمون وسیع تر ہے۔ اور ہزاروں طرز ادا رکھتا ہے۔ کہانتک کوئی لکھے۔ اور کس طرح خاموشی سے کوئی سنتا رہے ہم چاہتے ہین اسکو بھی آیندہ فرصت پر اُٹھا رکھین

باش تا فصلِ گل بیاید باز نیست این وقت ہائے دہو را

(باقی)

خان امتیاز علی عرشی

تاریخ مغرب

مترجمہ مولوی محمد جمیل الرحمان صاحب ایم، اے پروفیسر تاریخ اسلامی عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن۔ یہ کتاب ترجمہ ہے البیان المغرب فی اخبار المغرب، مصنفہ علامہ ابن العذاری المراکشی۔ کا فاضل مترجم نے ترجمہ مین اصل کی تمام خوبیوںکو بعینہٖ جوں قائم رکھا ہی، بلکہ بعض حیثیات سے تو ترجمہ نے اصل پر فوقیت حاصل کرلی ہی، یہ مسلم ہی کہ شمالی افریقہ مسلمانونکی اس سے زیادہ مستند و مکمل تاریخ اُردو زبان مین ابتک نہین شائع ہوئی۔ قیمت صرف (عہ/ر)

خلافت موحدین

ترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمان ایم، اے، ایم، آر، اے، الیس، پروفیسر عربی (اسپین) اور مراکش کی نہایت مستند تاریخ اور ہر لحاظ سے تمام اُردو لٹریچر مین اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے، آخر مین چار انڈکس ہین، ترجمہ سلیس با محاورہ اور دلچسپ ہی، لکھائی، چھپائی صاف عمدہ، کاغذ نفیس ضخامت ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف للعہ مجلد۔

مینیجر «نگار» لکھنؤ

پھر بحث سنت

بے بنیاد دعویٰ اور غلط الزامات

رسالۂ نگار میں ایک سال سے "فلسفہ مذہب" کے عنوان سے ڈپٹی سید مقبول احمد صاحب کے متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں خود ساختہ اصول، اور ذاتی اجتہادات کے ساتھ ساتھ مفسرین، محدثین، فقہا، علمائے امت اور عام مولویوں پر اس بیباکی سے الزامات قائم کئے گئے، اور اُنکی تحقیر و توہین کی گئی کہ بہتوں کے دل مجروح ہو گئے، تہذیب و اخلاقی شرافت کے معیار کو الگ کیجئے، نفس اصلاح اور تبلیغ کے لئے یہ طریقہ سودمند نہیں، کہ

اور ضد پڑھتی ہے ناصح ترے سمجھانے سے

اگر وہ اپنی انہیں تحقیقات و اجتہادات کو نرمی، لینت، متانت اور سنجیدگی کیساتھ ظاہر کرتے تو شاید وہ نافہم مولوی، بھی انکو ٹھہر کر سمجھنے کی کوشش کرتے، اور ڈپٹی صاحب کے خیالات سے فائدہ اُٹھاتے

اسی سلسلہ میں صاحب مضمون نے حدیث و سنت کی بیقدری، نا اعتباری، عدم استناد اور ناقابلِ قبول اور شریعت اسلامیہ کے قانونی حصہ کے بیکار اور خارج از قرآن ہونے پر بحثیں کیں، میں نے مناظرانہ آویزش سے بچنے کے لئے رسالہ اور صاحبِ مضمون کا نام لئے بغیر نفس اُنکے خیالات و تحقیقات کی تردید کی، اور "سنت" اور شریعت کا قانونی حصہ" کے عنوان سے اگست اور ستمبر ۲۹ء کے معارف میں دو مضمون لکھے، اور خدا کا شکر ہے کہ یہ دونوں مضمون دلچسپی سے پڑھے گئے اور لوگوں کو ان سے فائدہ ہوا،

اب چھ سات مہینوں کے بعد صاحب مضمون نے میرے پہلے مضمون سنت کا جواب اپریل ۳۰ء کے نگار میں دیا ہے، جسمیں حسب عادت نہ صرف عام علماء، فقہاء، محدثین کو بلکہ خاص طور سے میرا نام لیکر بہت کچھ کہا ہے۔ میں دل سے پسند کرتا ہوں کہ علمی مباحث میں ذاتی طعن و طنز اور نازیبا تعریض سے احتراز کیا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ مخاطب نے میرے اس اصول کو ناپسند کیا، اور ایسے لب و لہجہ اور طرز و انداز میں گفتگو کی، جو علمی شان سے بہت فروتر ہے اور اس پر لطف یہ کیا ہے کہ ذاتیات کو اپنی علمی تحقیقات کے ساتھ اس طرح آمیز کر دیا ہے، کہ ان دونوں کو علیحدہ کرنا گوشت سے ناخن کو جدا کرنا ہے۔

مولوی تو اپنے زعم باطل کے لئے بدنام ہیں، مگر ہمارے گریجویٹ دوست بھی کچھ کم نہیں ہیں، اُنکی کلاہ افرنگی میں

وہی طرۂ غرور و نخوت ہے جو مولوی کی دستارِ فضیلت مین، اُسکے کوٹ و پتلون مین وہی کبر و ناز چین و شکن ہین، جو مولوی کے جبہ و سروال نصف ساق مین، اور جو لفظ لفظ مین گو علماء کی جہالت و نادانی کا مرثیہ پڑھتا ہے، مگر خود اسکے اس مرثیہ سے رجز خود ستائی کی شان نمایان ہوتی ہے۔

کم کن ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار چین قبائے قیصر و طرف کلاہ کے

"آمدم بر سر مطلب" وہ فرماتے ہین:-

"جس تبحر کے ساتھ اُنھون نے (سید سلیمان نے) میرے اس قول کا مضحکہ اڑایا ہے کہ یہود کا مشنا اور مسلمانوں کا سنت ہم معنی و مرادف لفظ ہے اسکا تقاضا تو یہ تھا کہ مین مولانا کی خدمت مین عرض کردن کہ سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است، آپکی عربی دانی مسلّم، مگر معاف کیجئے، صرف عربی دانی ہی علامہ اور فاضل اجل ہونے کے لیے کافی نہین، ورنہ میرا بغدادی ملازم حسن یقیناً اتنا ہی اپنی فضیلت پر ناز کر سکتا ہے جتنا ہندوستان کا بڑے سے بڑا عالم"

میرا مضمون دوست و دشمن سب نے پڑھا ہوگا، اُس مین مضحکہ تو کجا، میرا تبسم بھی نمایان ہو تو مین اخلاقی مجرم، ہان اگر میرے دلائل کی سخت گرفت سے اُنکو تکلیف محسوس ہوئی ہو تو معذوری ہے با این ہمہ عرض ہے کہ تنہا انگریزی دانی ہی علامہ اور فاضل اجل ہونے کے لئے کافی نہین ورنہ ہر انگریزی ہوٹل کا خانسامان اور ویٹر یقیناً اتنا ہی فضیلت پر ناز کر سکتا ہے جتنا ہندوستان کا بڑے سے بڑا گریجوایٹ اور ڈپٹی کلکٹر!

فرماتے ہین:-

"کاش مولانا انگریزی کے صرف اسقدر عالم ہوتے کہ وہ اور نہین تو محض انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مضامین کو بے تکلف پڑھ اور سمجھ لیتے تو مین ان سے عرض کرتا کہ مشنا کا مضمون پڑھ لیجئے تاکہ خود آپکو اپنی تحقیق پر ناز رہے اور آپ ایسی جرأت نکرین"

اظہار واقعہ کے طور پر عرض ہے کہ مین بحمد اللہ ڈپٹی صاحب کی آرزو کے مطابق اتنی انگریزی جانتا ہون کہ انسائیکلوپیڈیا کے تاریخی اور مذہبی مضامین انگریزی مین پڑھ اور سمجھ لیتا ہون، مین نے اول تو انسائیکلو پیڈیا مین جسکا گیارہوان ایڈیشن ہمارے سامنے ہے، کوئی مستقل مضمون مشنا پر نہین پایا، اور عبرانی (ہیبرو) کے تحت مین جو ضمنی مضمون اسپر مجکو ملا، تو اسمین اُنکی اس "تحقیق انیق" کا پتہ نہ پایا، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا، کاش موصوف اہل تحقیق کی طرح انسائیکلوپیڈیا کا حوالہ دیتے وقت ایڈیشن، جلد، صفحہ، یا آرٹیکل کو متعین کر دیتے،

فرماتے ہین:-

"لیکن شاید اس مین مولانا سید سلیمان کا اتنا قصور نہین جتنا عربی نصاب تعلیم کا ہے مولویون کی فضیلت سے"

"وہ لوگ مرعوب ہون، جنھون نے اس راہ کی بادیہ پیمائی نہین کی۔"

مین بھی جانتا ہون کہ اصول اسلام کے خلاف اس قسم کے خیالات کے اظہار مین ڈپٹی صاحب کا اتنا قصور نہین جتنا انگریزی نصاب تعلیم کا اور ان نامسلم استادون اور مصنفون کی صحبت کا ہے، جنکے حلقۂ فیض مین ہمارے دوست اس فضیلت کے رتبہ پر پہنچے ہین، ان محققین کی تحقیقات سے وہی مرعوب ہونگے جو اس کوچہ سے نابلد ہین،

فرماتے ہین:-

"مذہب اسلام کے سمجھنے کے لئے فلسفۂ مذہب، تاریخ مذاہب، اقوام سامیہ کا لٹریچر تاریخ انقلاب و علم انساب کی ضرورت ہے جو دیوبند اور ندوہ کی دسترس سے باہر ہے"

عرض ہے کہ مذہب اسلام کے سمجھنے کے لئے ان کے سوا، قرآن پاک، قرآن پاک کی تفاسیر، احادیث صحیحہ، احکام قرآن، ادب عربی اور لغات عربی پر کامل عبور کی ضرورت ہے، جو انگریزی یونیورسٹیون کی دسترس سے باہر ہے اسکے بعد چپکے سے گذارش ہے کیا یہ تعریض ارض القرآن کے مصنف پر ہے جسکی نہ صرف تعریف و توصیف آپ نے کی ہے، بلکہ اپنے والانامہ موسومہ راقم مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۳۳ء مین آپ نے یہ شریفانہ اعتراف بھی کیا ہے۔

"اور آپ مجھے معاف کرینگے اگر مین یہ کہون کہ اسکے (ارض القرآن) بعض مضامین مین نے اپنے اکثر مضمونون مین سرقہ کئے ہین۔"

ناظرین باور کرین کہ اس سرقہ کا اعتراف خاکساری کی راہ سے نہین، بلکہ واقعتًا کیا ہے، کیونکہ انھون نے اپنے مضمونون مین جو شائع ہو چکے ہین، اصل کتاب و مصنف کے نام کا حوالہ تک نہین دیا ہے، تاکہ حریفون کے سامنے آنکھ نیچی نہو، اور ایک فاضل گزیجوایٹ کو ایک "جاہل مولوی" کی خوشہ چینی کی ذلت علی الاعلان گوارا نہ کرنی پڑے،

اللہ اکبر! جلوت و خلوت کا اتنا عظیم فرق! بہرحال مین نہایت کشادہ دلی کے ساتھ موصوف کی درخواست کے مطابق انکے اس جرم کو معاف کرتا ہون، لیکن ڈر ہے کہ ملک کے دوسرے جرائم پیشہ ایک ڈپٹی صاحب کے اس جرم سرقہ کے ارتکاب کی خبر سنکر دلیر نہ ہو جائین،

موصوف اپنے مضمون "فلسفۂ مذہب" کے بعض ٹکرون کو جو معارف مین چھپنے کو بھیجے گئے تھے، معارف مین نہ قبول کئے جانے کے ذکر مین فرماتے ہین کہ:-

"شاید دنیا اس راز کو نہین جانتی کہ وہ کیون موزون نہین سمجھے گئے میرے پاس وہ خطاب بھی پڑا ہوگا جس مین سید سلیمان نے میرے حصہ مضمون مذہب اور خوست (شاید قومیت ہو) کو شرف قبولیت بخشا تھا، مگر اسکے بعد ایک گستاخی کے صلہ مین وہ مضمون واپس کر دیا گیا، گستاخی کا واقعہ یہ ہے کہ دادی کے سچے جھوٹے ہونے کے متعلق سید سلیمان کے ایک مضمون کا ترجمہ اسلامک ریویو کے کئی نمبرون مین

"دیا تھا، جس مین حسب سنت علما، بڑی بڑی کتابون کا حوالہ دیا گیا تھا، جب عیسائیون کی حالت ہماری طرح تھی تو وہ بھی اس قسم کے مضمونون پر کتابین لکھ ڈالتے تھے، مثلاً عشار ربانی مین، رد فطری ہو یا خمیری، مین نے سید صاحب کی خدمت مین عرض کیا کہ واقدی کے متعلق آخر اس دیدہ ریزی اور اسکے جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اتنی بڑی ضخیم کتابون کے حوالہ کی ضرورت ہی کیا تھی، ہمارے عالمون کا ایک زمانہ مین یہ ہنر ہوا کرتا تھا کہ دریا کو کوزہ مین بند کرتے تھے، اب ہمارے عالمون کا بڑا ہنر یہ ہے کہ کوزہ کو دریا (شاید دریا ہو) کردین اگر یہی چیز عربی مین علت کہلاتی ہے، تو گستاخی معاف انگریزی مین اسکو بدمنتری کہتے ہین، اس معروضہ کے تیسرے روز عتاب نامہ مع مضمون واپس آیا، اور اس دن سے نہ مولانا نے مجھے مخاطب کیا اور نہ میرے کسی خط کا جواب دیا"

افسوس ہے کہ سید مقبول احمد کی یہ پوری تحریر صداقت سے حرف حرف خالی ہے، مین اُنکو چیلنج دیتا ہون کہ وہ میرے تمام خطوط پبلک مین شائع کردین تاکہ دنیا مین یہ "راز" مخفی نہ رہے کہ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر سچ اور جھوٹ کے پرکھنے والے اپنی غیر سرکاری زندگی مین کس طرح حق و باطل کا التباس کرتے ہین، سید مقبول احمد کو علم ہوگا کہ یہ مضمون ایک مشہور مستشرق عیسائی، اور انگلستان کی ایک بڑی یونیورسٹی کے پروفیسر کے جواب مین، ایک مشہور مسلمان گریجوایٹ خواجہ کمال الدین صاحب کی فرمایش سے لکھا گیا اور اُنکی پسندیدگی سے اسلامک ریویو مین چھپا تھا، یہ تنہا ایک مولوی کا گناہ نہ تھا، بلکہ اُنکے جیسے بی، اے اور اُن سے بہتر گریجوایٹ بھی اس گناہ مین شریک تھے

سید صاحب کا مضمون تقریباً ۱۰ مہینے میرے پاس پڑا رہا، اور ان کی طلب پر واپس کیا گیا، مین نے ان کو لکھا کہ آپ کے خیالات جس منزل مین ہین، ان کی اصلاح خط و کتابت سے نہین، بلکہ زبانی گفتگو اور ملاقات سے ہوسکتی ہے انھون نے معذرت کی، پھر طرفین سے خاموشی رہی، اس کے بعد مضمون "سنت" چھپنے کے بعد ان کے چند خط آئے اور مین نے جوابات دیے، شاید اسی دسمبر ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء کے چند خط ان کے پاس ہون گے، اور ان کے میرے پاس پھر یہ کہنا کہان تک صحیح ہے کہ

اوسی دن سے نہ مولانا نے مجھے مخاطب کیا، نہ میرے کسی خط کا جواب دیا

مین نہین جانتا کہ یہ "مولویانہ اخلاق" ان مین کہان سے پیدا ہوا، درانحالیکہ شاید کسی عربی مدرسہ مین ایک دن جانے کی بھی ذلت انھون نے گوارا نہین کی

آمدم برسر مطلب.

مضمون زیر بحث مین دو قسم کی بحثین ہین. ایک لفظی اور دوسری معنوی اور دونون بحثون کو علحدہ کردینا ہے، تاکہ مسئلہ صاف ہوجائے،

لفظی بحث

مناة اور سنت

لفظی بحث یہ ہے کہ ہمارے دوست کا دعوی ہے کہ یہود اپنی زبانی روایات کو "مناۃ" اور مسلمان اپنی زبانی روایات کو سنت کہتے ہین، مسلمانون کا یہ عربی لفظ "سنت" یہودیون کے عبرانی لفظ "مناة" سے ماخوذ ہے، دونون بالکل ایک لفظ ہین، اور ہم معنی ہین

مین نے اگست ۱۹۲۹ء کے معارف مین مدعی کی اس تحقیق سے اختلاف کیا، اور ثابت کیا کہ اولاً عبرانی لفظ "مناة" س سے نہین، بلکہ ش سے ہے، یعنی مشناۃ، اور دوم اسکے معنی عبرانی مین دوہرے، دوہرانے، اور اعادہ و تکرار کے ہین، ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اسکا اطلاق موسیٰ کی پانچوین کتاب پر ہوتا ہے، جسکو یونانی مین ڈیٹرونومی کہتے ہین جسکے معنی دوسرے اور دوسرے قانون کے ہین، اور عبرانی مین اسکو مشنا کہا جاتا ہے اور عربی مین شناۃ کہتے ہین، اور آجکل تثنیۃ الاشتراع (دوبارہ قانون سازی) کہتے ہین اور ان سب کا ماخذ عبرانی مین "شنا" اور عربی مین "ثنی" اور ان دونون کے معنون مین دونون زبانون مین دو۔ دوم اور دوہرانے کا مفہوم ہے، اور "سنت" خالص عربی لفظ ہے اسکے لغوی معنی راستہ، اور طریق کے ہین اور اصطلاح مین اسکے معنی وہ طریق ہے جس پر محمد رسول اللہ صلعم تمام عمر قائم رہے اسکے معنی زبانی روایات کے معنوی ہین نہ اصطلاحی اسلئے عبرانی مشناہ اور عربی سنت مین کوئی باہم مشارکت و مماثلت نہین، اور نہ عربی سنت، عبرانی مشناہ سے ماخوذ ہے۔

ہمارے مخاطب اول نے اس مضمون کو پڑھکر ۵ دسمبر ۱۹۲۹ء کو مجھے خط لکھا کہ تمھاری تحقیق غلط ہے ڈیوٹرنومی کے لئے منادس (لفظ ہے، اور مشنا بالکل جداگانہ لفظ ہے، مین اسکی ایک سے زائد یہودی معلمین سے اس لفظ کی تحقیقات کرچکا ہون، اور اسکی تائید انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے بھی مل سکے گی،

"اگر اسکے معنی آپ سنت سے علیحدہ دکھادین تو مین ہار تا ہون"،

مین نے اسکے جواب مین اونکو جو لکھا اوسکا مطلب یہ تھا کہ مشنا تورات کی پانچوین کتاب پر بھی اطلاق کیا گیا اور تالمود کے ایک جسم کا نام بھی ہے یہ کوئی اہم نقطۂ اختلاف نہین ہے، بلکہ اصل چیز "مشنا" کے معنی ہین، ساتھ ہی مین نے اطلاع دی کہ "مشنا" کے معنی تعلیم اور سکھانے کے بھی ہین، انھون نے اسکے ماننے سے بھی انکار کیا، اور لکھا کہ تمکو تالمود کے معنی سے دھوکا ہوا ہے جسکے معنی واقعاً تعلیم اور سکھانے کے ہین اب اس تازہ مضمون مین ہمارے دوست نے پھر اپنی پرانی تحقیق کو بہت فخر و ناز کے ساتھ دہرایا ہے، مگر صرف دہرایا ہی ہے، کوئی دلیل یا حوالہ نہین درج فرمایا ہے۔

اب نقطۂ اختلاف دو ہین۔

۱- کیا توراۃ کی پانچوین کتاب کو بھی عبرانی مین مشنا بولتے ہین؟

۲- کیا سنت اور مشنا ایک ہین

مشنا توراۃ

توراۃ کی پانچوین کتاب کو میرے " مشنا " کہنے پر مدعی نے میرا مضحکہ اڑایا ہے، اور فرمایا ہے کہ " ایک یہودی بچہ بھی اسکو سنکر ہنس دیگا "، مگر مین اونھین یقین دلاتا ہون کہ تحقیق کا راستہ مضحکہ سے براحل دور ہے توراۃ کی پانچوین کتاب کا نام " قانون ثانی " اسلئے رکھا گیا ہے کہ قانونِ اوّل کے بعد دریائے اردن کے اس پار حضرت موسیٰ نے اوسکو دوبارہ بیان کیا جیسا کہ اس کتاب کے آغاز مین تحریر ہے، اسکا عبرانی نام " الوہی وبران " بھی ہے مگر بعد کو شاید مصر کے ترجمہ سبعینی کے وقت سے اسکا نام " مشنا توراۃ " مشہور ہو گیا جسکے معنی " قانونِ دوم " کے ہین، اسی لئے یونانی اور اوس سے یورپ کی زبانون مین اوسکا نام ڈیوٹرو نومی، یعنی دوسرا قانون پڑا، اور اسی لئے پرانی عربی مین مثناۃ اور نئی عربی مین اوسکا نام تثنیۃ الاشتراع ہے، یعنی " دوبارہ قانون بنانا " بہر حال ان سب کے معنون مین دو، دوم اور دوہرانے کا مفہوم داخل ہے جس سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ توراۃ کی اس کتاب کے لئے جب مشنا کا لفظ بولا جاتا ہے وہ شّ سے ہے، سّ یا ثّ سے نہین، جیسا کہ مدعی کا دعوی ہے کیونکہ دو اور دوم کے لئے جو عبرانی مادّہ ہے وہ شنا " ہے

حوالون کے لئے سب سے پہلے " ڈکشنری آف بائبیل " (مرتبہ جیمس ہیسٹنگز وغیرہ) جلد اول صفحہ ۵۹۶ مطبوعہ سنہ ۱۹۱۰ ملاحظہ فرمایئے، جس مین لکھا ہے کہ " اسکا نام ڈیوٹرو نومی عبرانی الفاظ " مشنا توراۃ " کا ترجمہ ہے، جس کے معنی نسخۂ ثانیہ کے ہین " اسکے بعد انگریزی کی مشہور مستند ڈکشنری ویبسٹر انٹرنیشنل مین لفظ ڈیوٹرو نومی Deuteronomy دیکھئے، اوس مین ہے۔

" ڈیوٹرو نومی اسکو اسلئے کہتے ہین کہ یہ موسیٰ کے قانون کا دُہراؤ (یا اعادہ) ہے "

اب عبرانی لغت مین دیکھ لیجئے، کہ دہرانے اور دوسرے اور دوبارہ کرنے کے لئے لفظ مشنا ہے، مسنا یا ثنیٰ یا ثنہ نہین ہے، جیسا کہ ہمارے محقق دوست ہمکو باور کرانا چاہتے ہین، جیسا کہ آگے بتفصیل معلوم ہوگا، میرے مضمون سنت کی اشاعت کے بعد موصوف نے ۵ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ کو جو خط مجھے لکھا تھا، اوس مین ارقام فرماتے ہین۔

" ثنہ جسکے معنی آپ نے اپنے ڈوٹرو نومی کے صحیح لئے ہین وہ مشنا سے بالکل جدا لفظ ہے اور اسکا تلفظ مسنا ہے "

اب موصوف اپنے تازہ مضمون مین ڈوٹرو نومی کے لئے ہمکو لفظ ثنیٰ دیتے ہین

سچ کہئے یہ حکم رہے کہ وہ ارشاد رہے،

آپکے کہنے سے اگر توراۃ پنجم کے لئے مسنا صحیح مانا جائے، تو تالمود کے لئے بھی تو آپ نے مسنا اور مسناۃ ہی.... پہلے مضمون مین لکھا ہے اب یہ التباس کیونکر دور ہوگا۔

آپ میرے قول کی تکذیب کے لئے توراۃ پنجم اور حصۂ تالمود دونون کے درمیان فرق مسنا اور مشنا یا ثنہ یا ثنی ہمکو

لاکھ پیدا کیجئے، سب محکمۂ تحقیق کے سامنے رد ہو جائیگا، دونون لفظ قرشت والی ش منقوطہ سے ہین، س غیر منقوطہ یا ث سے ان مین کوئی لفظ نہین، اور ث کا حرف تو عبرانی مین سرے سے موجود نہین، اسلئے ثنہ یا ثنی تو عبرانی مین ہو ہی نہین سکتا

اب ہمارے دوست غور فرمائین کہ کس کی تحقیق پر "ایک یہودی بچہ بھی ہنس دیگا؟" کیا یہ پڑھ ہون

در سفالین کاسۂ رندان بخواری منگرید　　این حریفان خدمت جام جہان بین کردہ اند

مشنا مسناۃ اور سنت بہر حال یہ مسئلہ کہ مشنا تالمود مراد ہے، یا مسنا ماورۃ، ایک ضمنی بحث ہے، اصل سوال یہ ہے کہ کیا عبرانی "مناۃ" اور عربی سنت ایک چیز ہے۔

اس سلسلہ مین ہم اپنے محقق دوست کی ایک دلچسپ لفظی تحریف کا ذکر مناسب سمجھتے ہین، اصل عبرانی لفظ مشنا (ش منقوطہ) ہے، جیسا کہ میرے ٹوکنے پر آپ اس دوسرے مضمون مین اونھون نے استعمال کیا ہے، مگر پہلے مضمون مین اوسکا عبرانی تلفظ "مناۃ" بنایا تھا، اور یہ اس غرض سے تاکہ سنت اور سناۃ مین س ن اور ۃ کا اشتراک ہو جائے اور یہ دعوی بہ آسانی ثابت ہو جائے کہ سنت اور سناۃ ایک ہین اور اب جب اونھین معلوم ہوا کہ عبرانی کا حرف ش تا س اونکے سوا کوئی اور بھی ہے تو مجبوراً اوسکے لئے دوسرے مضمون مین شنا وش منقوطہ سے بولے، یا للعجب!

مین نے سنت والے مضمون مین دکھایا تھا اور پھر باعلان دعوی کرتا ہون کہ سنت اور مشنا مین کوئی لفظی معنوی مناسبت نہین ہے، مشنا کے معنی اگر بقول اونکے زبانی روایات کے ہین تو سنت کے معنی عربی مین طریق در روش اور راستے کے ہین، قرآن مین سنت کا لفظ انہین معنون مین بار بار آیا ہے، احادیث مین انھین معنون مین استعمال ہوا ہے اور لغت اور اشعار عرب مین بھی انھین تینون مین یہ لفظ بولا گیا ہے، قرآن پاک مین ہے، "ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا" کیا اسکے یہ معنی ہین کہ تم خدا کی "زبانی روایتون" مین ہرگز تبدیلی نہ پاؤگے، یا یہ معنی ہین کہ تم خدا کے طریق اور طرز عمل مین کوئی تبدیلی نہ پاؤگے؟ احادیث مین ہے، من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا، کیا اسکے معنی یہ ہین کہ جو کوئی اچھی "زبانی روایت" کریگا تو اوسکو اوس قسم کی نیکیان ملینگی۔ یا یہ معنی ہین کہ جو شخص کوئی اچھا اور پسندیدہ راستہ یا طریقہ نکالے گا تو اوسکو بھی اوسکی نیکیان ملتی رہینگی مشہور حدیث ہے النکاح من سنتی کیا اسکے معنی یہ ہین کہ نکاح میری زبانی روایت ہے، یا یہ معنی ہین کہ نکاح میرا طریقہ ہے، اشعار عرب مین ہے۔

وان الالی بالطف من ال هاشم　　تآسوا فسنوا الکرام التآسیا

آل ہاشم مین وہ جو طف مین ہے، اونھون نے باہم غمخواری کی، تو غمخواری کو شریفون کا طریقہ بنا دیا،

سنوا کے معنی یہان عملی طریق در روش و طرز عمل کے ہین، یا زبانی روایت کے، زبانی روایت کے معنی ہو بھی سکتے ہین بن بھی سکتے ہین؟

یہ تو عربی زبان کی تحقیق ہوئی، اب آئے عبرانی زبان کی خانہ تلاشی لی جائے کہ آیا "مشنا" کے معنی "زبانی روایات کے"

ہین؟ اس بارہ مین مین نے پہلے جو کچھ لکھا تھا اوسکو دوہراتا ہون کہ یہ وہی لفظ ہے جو عربی مین ثنی، تثنیہ، ثنیٰ وغیرہ کی صورت مین ہے اور اسکے معنی "زبانی روایات" کے ہین، مین سوا اسکے اور کیا کہون چیا ونہ دلار تخجر مکن، چیزیکہ نخواندہ - تو

چیا ونہ دلار تو تخجیر مکن   چیزیکہ نخواندۂ تو تفسیر مکن

اونکی تشفی کے لئے اونکے حسب مشورہ مین سب سے پہلے یورپ کے علمی صحیفہ کو پیش کرتا ہون اسپر اونکا ایمان شاید تمام دوسرے مشرقی صحیفون سے زیادہ ہو، انسائیکلو پیڈیا (طبع یازدہم) کے مضمون تالمود کے شروع مین (جلد ۲۶ صفحہ ۳۸) مین ہے۔

تالمود (عبرانی معنی سیکھنا سکھانا) مشتمل ہے، مشنایہ (عبرانی معنی) (زبانی) دوہرانا۔ Repetition

پھر اسی کتاب کے اسی اڈیشن (یازدہم) کی جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۷ مضمون ہیرو (عبرانی) کے ضمن مین ہے

مشنا کا نام عبرانی لفظ "مشنا" سے مشتق ہے جو آرامی لفظ "تنا" سے مطابق ہے، اور اسی لئے یہ تنا تک کتاب کے لئے موزون ہے جسکے معنی زبانی قانون کے دہرانے یا سیکھانے کے ہین"

ان دونون اقتباسون سے ظاہر ہے کہ اسکے اصلی معنی دہرانے یا سیکھانے کے ہین، لفظ زبانی، یا زبانی قانون کا اضافہ اگر کسی نے کر دیا ہے تو وہ لغت کی حیثیت سے نہین بلکہ صرف وجہ تسمیہ کی مناسبت دکھانے کے لئے خارج سے اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ نام اسکا کیون پڑا، اسکی تائید کے لئے مین لغات عبرانی کا حوالہ پیش کرتا ہون۔

شنا و شنتہ   بدل جانا، جدا ہونا، دوبارہ کرنا، دوہرانا

شنیم   دو،

شنتیم   دوبارہ

شنیتہ   دوسرا درجہ، دوسرے درجہ کا، دوچند

شنا   دوسرا

(لغات عبرانی مصنفہ پادری ولیم ہوپر پرنسپل ڈوینٹی کالج شائع کردہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی، الہ آباد ۱۸۸۸ء (صفحہ ۲۴۳) شنہ کے معنی بھی عبرانی مین دوبارہ کرنا، دوسرا اور دو دو کرتے ہین یہی لفظ عربی مین، اثنین، ثنیتین، ثنتہ، تثنیہ، مثنیٰ، اور ثمنی ہے، پہلے تمام الفاظ کے معنی دو اور دوسرے کے ہین اور آخر لفظ کے معنی پھیرنے کے ہین

شنا اور اسکے مصدر شنا کے بھی تمام معنی عبرانی انگریزی ڈکشنری شائع کردہ سموال باگسٹر (لندن) صفحہ ۲۷۲ و ۲۷۳ مین ہین تحقیق کے لئے کتاب مذکور کی طرف رجوع کیجئے، انگریزی کی مشہور ڈکشنری ویبسٹر انٹرنیشنل ڈکشنری ہے، اوسمین "مشنا" mishnah کی نسبت حسب ذیل تحقیق ہے:-

مشنا عبرانی مشناہ، یعنی تعلیم (زبانی قانون)، عبرانی لفظ شنہ سے، ماخوذ ہے، جسکے معنی دہرانے (ری پیٹ) کے ہین، قدیم بائیبلکل عبرانی مین اوسکے معنی، سیکھنے، سیکھانے کے ہین، یہ یہودیون کے روایتی تعلیمات کو

"کہتے ہین، جو ربیون کے زیر نظر خاص طور سے تیسری صدی عیسوی مین مرتب ہوئی تالمود کے ایک حصہ کا نام ہے، جسپر اوسکی بنیاد ہے"

صاف ظاہر ہے کہ زبانی روایات کے اسکے لغوی معنی نہین اسکے لغوی معنی دوہرانے اور اعادہ کرنے (ورد دوبارہ کرنے) یا دوسرے درجہ کے ہین، اسکا اطلاق یہود اپنی زبانی روایات کی کتاب پر اسلئے کرتے ہین کہ وہ گذشتہ قانون کا اعادہ ہے۔ یا پہلے قانون پر نظر ثانی ہے، یا توراۃ کے مکتوبی قانون کے بعد یہ زبانی روایات کی کتاب دوسرے درجہ پر ہے یا قدیم عبرانی کے مطابق اسکے معنی سیکھنے یا سکھانے کے لیکر اسکی کوئی مناسب وجہ تسمیہ بنائی جائے۔

مثناۃ اب میرا کہنا یہی ہے، جو پہلے کہا جا چکا ہے کہ جسکو عبرانی مین مشنا یا مشناہ کہتے ہین، وہی عربی تلفظ مین مثناۃ ہے جسکے معنی دو یا دوہرانے کے ہین، اور ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ عبرانی مشناہ زبانی قانونی کتاب کے معنی مین ہے۔ اسکے لئے بھی عربی لفظ مثناۃ ہے، اور اسکی جمع "مثانی" ہے، اور خود قرآن پاک نے اسکا کئی مقام پر اچھا اوپر اطلاق کیا ہے۔

۱- ولقد آتیناک سبعا من المثانی

اور ہم نے اے پیغمبر تمکو "مثانی" مین سے سات دئے اور

۲- نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی

خدا نے اتارا بہترین کلام ایک کتاب جو باہم موافق اور مثانی۔

مثناۃ کے معنی کتاب کے بھی عربی مین موجود ہین نیز مشنا تالمود کے لئے وہی لفظ عربی مین مستعمل ہے، لسان العرب لفظ "مثنی" کے تحت مین حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی ایک روایت کی شرح مین ہے۔

قیل وما المثناۃ قال ما استکتب من غیر کتاب اللہ کانہ جعل ما استکتب من کتاب اللہ مبدأ وھذا مثنی، قال ابو عبیدۃ سألت رجلا من اہل العلم بالکتاب الاول قد عرفہا وقرأہا عن المثناۃ فقال ان الاحبار والرہبان من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ وضعوا کتابا فیما بینہم علی ما ارادوا من غیر کتاب اللہ فہو المثناۃ،

پوچھا گیا کہ مثناۃ کیا ہے کہا جو خدا کی کتاب کے سوا لکھا گیا، گویا خدا کی جو کتاب لکھی گئی وہ پہلی تھی، اور یہ دوسری ہے، ابو عبیدہ نے کہا کہ مین نے توراۃ کے ایک عالم سے جو مثناۃ سے واقف تھا اور اوسکو پڑھ چکا تھا پوچھا کہ مثناۃ کیا ہے؟ اوسنے جواب دیا کہ یہودی عالمون اور درویشون نے حضرت موسیٰ کے بعد اپنے حسب خواہش خدا کی کتاب کے سوا ایک اور کتاب بنائی تھی، وہی مثناۃ ہے،

کیا عبرانی مشنا بعینہ یہی عربی مثناۃ نہین ہے؟ اب بھی شک کی گنجائش ہے؟

خاتمہ بہرحال اس سخت گیری کی پالیسی سے ہم اپنے حریف کو دق کرنا نہین چاہتے، بلکہ یہ عرض کرتے ہین کہ خواہ آپ توراۃ کی پانچوین کتاب مراد لیجئے یا تالمود کی کتاب، دونون کا ماخذ عبرانی لفظ مشنا اور شنہ ہے، جسکے معنی، بدلنے، دہرانے یا دوسرا ہونے۔ یا دوبارہ ہونے کے ہین، یا سیکھنے کے ہین اور سوائے اخیر معنی کے الفاظ

ثنة ثنی تثنیه اور ثنی اسکے مرادف ہین اور عربی لفظ "سُنّت" کو جسکے لغوی معنی، راستہ اور طریق کے اور اصطلاحی معنی طریق محمدی کے ہین، اوس سے ادنیٰ سا بھی تعلق نہین، سنّت کا مادہ س ن ن یعنی سَنَنَ ہے اور شنا یا مَشناۃ کا عبرانی مین ش، ن ہ یا الف، اور عربی مین ثان ی ہے، اس تفصیل کے بعد امید ہے کہ ہمارے دوست اپنی تحقیق پر مزید نظر ثانی فرماکر، علم اور اسلام دونون کو اپنا ممنون احسان بنائینگے، ورنہ اونکی اس تحقیق کو اونکے ایک یہودی بچہ بھی سنکر ہنس دیگا،"

آخر ایک اور بات عرض کردون کہ مِشنا "زبانی روایات" کو بھی نہین کہتے، بلکہ اوس کتاب کا نام ہے، جس مین یہود نے اپنی زبانی روایات کو جمع کیا ہے اگر گلستان اخلاقی قصص و حکایات کے کسی مجموعہ کا نام ہے تو اسکے یہ معنی نہین کہ گلستان کے معنی اخلاقی قصص و حکایات کے ہین۔

دوران تحقیق مین فرماتے ہین کہ۔

"مولانا کی یہ دلیل اور بھی پرلطف ہے کہ سنّت کا لفظ قرآن مین ہے اسلیئے یہ عبرانی زبان سے ماخوذ نہین"

مین نے اگر ایسا کہا ہو تو یہ یقیناً غلط لیکن ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست مین نے خدمت والا مین یہ عرض کیا تھا کہ:۔

"سنت خالص عربی زبان کا لفظ ہے، اسکے لفظی معنی راستہ کے ہین لیکن بول چال مین اُسکے معنی طریقۂ عمل کے ہین جس پر ہمیشہ کوئی عمل جاری رہے، قرآن پاک مین یہ لفظ اسی معنی مین مستعمل ہے"

ہر صاحب بصیرت میرے استدلال کو سمجھ سکتا ہے کہ عبرانی لفظ شناۃ (ش) عربی مین ثناۃ (ث) ہے، اور جسکے معنی دونون زبانون مین، دوسرے باو ہرانے یا اعادہ کے ہین، اور اوس سے الگ سنّت کا لفظ ہے، جسکے معنی راستہ اور طریق کار کے ہین، اور عربی مین یہ دونون لفظ الگ الگ مستقل صورتون مین وارد ہین اور خود قرآن پاک مین ہین

وآتیناک سبعا من المثانی — ہم نے تمکو "مثانی" مین سے سات دین

مثانی جمع ہے، واحد کی صورت وہی ثناۃ ہے، اور سنّت الگ ہے،

سنۃ الاولین — پہلون کا راستہ یا طریقہ یا سنّت

اگر شناۃ اور سنت ایک لفظ ہوتے، تو عربی مین ثناۃ اور سنّت دو لفظ موجود نہ ہوتے، اور قرآن انکو دو لفظ دو لفظون کے ساتھ، دو معنون مین استعمال نہ کرتا، اس سے معلوم ہوا کہ ثناۃ اور سنّت دو الگ الگ مستقل، اور مختلف المعنی لفظ ہین، یہ ہے میرا استدلال جسکی آپ نے غلط تعبیر کی میرے گذشتہ مضمون پر ایک نظر ڈالنے سے مضمون نگار کی غلط فہمی واضح ہوسکتی ہے۔

(باقی - باقی)

سید سلیمان ندوی

محبّت کی قربانی

سلسلۂ کوہسار کے دھندلے دامن مین جہان برساتی نالون نے چند پُرپیچ دراریان بنا رکھی ہین وہین ایک گاؤن کے سرخ کھپریلے مکان نظر آ رہے ہین۔ ان سے کچھ آگے ایک چھوٹی سی بلندی پر ۱۶۰۰ سال پہلے کا ایک گرجا سوگوار حالت مین نظر آ رہا ہے، پاس ہی آٹا پیسنے کی ایک چکی اپنی مسلسل صداؤن سے کوہسار کی ہیبت ناک خموشیون مین برہمی پیدا کئے ہوئے ہے آج سے سو سال پہلے تین کم سن بچے باہم ملکر دریا کے کنارے کشتی کی بوسیدہ رسیون اُسکے پھٹے ہوئے بادبانون، خس و خاشاک اور زنگ خوردہ زنجیرون سے کھیلا کرتے تھے۔ ان مین ایک لڑکی تھی۔ اور دو لڑکے۔ لڑکی کا نام اینی تھا۔ جس کا معصوم حسن بندرگاہ کے تمام رہنے والونکے لئے سرمایۂ انبساط تھا۔ لڑکون مین سے ایک کا نام فلپ تھا۔ جس کا باپ آٹے کی مشین کا مالک تھا۔ دوسرے کا نام آرڈن تھا۔ جو ایک مشقت کش ملاح کا نور نگاہ تھا۔

یہ تینون دریا کے کنارے ریت کے قلعے صرف اس لئے تعمیر کرتے کہ دریا کی کوئی موج انہین بہا لے جائے اور وہ چند قدم تک اس موج کا تالیان بجاتے اچھلتے کودتے ہوئے تعاقب کرین، اور پھر اپنی جگہ آکر دوسری موج کا انتظار کرنے لگ جائین وہ دن بھر اسی شغل مین لگے رہتے اور جب شام کو واپس آتے تو انکے بے شمار ننھے ننھے نقوش قدم ساحل کی بھیگی ہوئی ریت پر باقی رہ جاتے۔ وہ یہان دن بھر چھوٹے چھوٹے گھر بناتے۔ اور انہین میان بیوی بن کر آباد کرتے ایک دن آرڈن میان بنتا اور دوسرے دن فلپ۔ لیکن کبھی کبھی آرڈن ہفتہ بھر اس چھوٹی سی بیوی پر غاصبانہ تسلط جمائے رکھتا۔ اور مایوس فلپ کے سامنے فخریہ انداز مین کہتا:۔ ''یہ میرا گھر ہے اور اینی میری بیوی ہے''

فلپ رقیبانہ نگاہون سے آرڈن کی طرف دیکھتا۔ اور دبی آواز سے بسا اوقات کہ دیتا ''میری بھی ہے''

یہ دونون کبھی ہاتھا پائی پر اتر آتے۔ مگر دل حزین فلپ کی نیلی آنکھین رحم طلب آنسوؤن سے بھیگ جاتین اور وہ بے بس ہوکر اتنا کہہ کے رہ جاتا ''آرڈن، مجھے تم سے نفرت ہے''

نازک دل اینی یہ منظر دیکھ کر رو پڑتی۔ ہاتھ جوڑ کر دونون کے پاس آتی۔ اپنا واسطہ دیکر مناتی۔ اور وہ عموماً پھر خوش ہوکر گلے مل جاتے

(۲)

رفتہ رفتہ معصومیت و طفلی کا بہترین دور ختم ہوگیا اور عشق و محبت کا آفتاب افق شباب سے طلوع ہوا۔ اینی فلپ و آرڈن کے رقیبانہ تگ و دو کی جولانگہ بن گئی۔ آرڈن نے اپنی محبت کا اظہار کر دیا۔ لیکن فلپ خاموش رہا اینی فلپ کی طرف زیادہ مائل معلوم ہوتی تھی لیکن در اصل اُسے آرڈن سے ایک نوع کی خاص محبت تھی۔ اور یقیناً اینی

انکار کر دیتی ۔ اگر اُس سے دریافت کیا جاتا ۔

اب آرڈن کے سامنے صرف ایک مقصد تھا۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی کمائی سے کچھ بچا کر اپنی کشتی خریدے اور اپنی کیلئے ایک خوبصورت گھر تیار کرے ۔ قسمت نے یاوری کی ۔ تھوڑے عرصہ مین اُس نے کشتی خرید لی ۔ اور وہ اُس موجزدہ ساحل پر جرأت و محنت شعاری ۔ رحمدلی و ہمدردی مین جلد مشہور ہو گیا ۔ اُسنے تین دفعہ ڈوبتے ہودن کو دہشت انگیز لہرون سے نکالا ۔ اسی لئے ساکنانِ ساحل کے ہان عزت کی نگاہون سے دیکھا جاتا ۔ اور عین عنفوان شباب مین اُس نے پہاڑ کی ایک چٹان پر اینی کے لئے ایک مختصر سا آشیانہ نما گھر بنالیا ۔

گرما کی ایک شام کو جبکہ لوگ تہوار منانے کے لئے سبز وادیون مین جمع ہو رہے تھے ۔ اِن تینون نے بھی تیاری کی لیکن فلپ کو گھنٹہ بھر اپنے باپ کی بیماری کی وجہ سے دیر ہو گئی جب فلپ وہان پہنچا تو آرڈن و اینی ایک سبزہ زار پر ہاتھ مین ہاتھ ڈالے آفتاب کی آخری کرنون کا رقص دیکھ رہے تھے ۔ اُس نے آرڈن کے مسرور چہرہ اور اینی کی لبریز محبت نگاہون سے اپنا مایوس انجام بھانپ لیا ۔ جب اینی نے اپنے لب آرڈن کے لبون پر رکھدئے ۔ تو فلپ کے دل سے بے ساختہ آہ نکلی ۔ اور وہ پودون کے ایک بے ترتیب جھنڈ مین کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا ۔ لوگ ہنسنے ۔ کھیلنے کودنے کے بعد پھولون کی ٹوکریان لے کر گھر آئے ۔ اور فلپ سینہ مین چند داغ لے کر لوٹا ۔

آرڈن اور اینی کی شادی ہو گئی اور پورے راحت و سکون کے ساتھ سات سال گذر گئے ۔ اِس عرصہ مین ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی ۔ اُس کی خواہش یہ تھی ۔ کہ وہ اس لڑکی کو بہتر تعلیم و تربیت دینے کے لئے کچھ دولت جمع کرے ۔ یہ خواہش استوار تر ہو گئی ۔ جب ایک خوبصورت بچہ نے اس مسرت مین اور اضافہ کیا ۔

(۳)

واقعات کا رُخ دفعتہً تبدیل ہو گیا ۔ حالات بدل گئے ۔ تقدیر پلٹ گئی ۔ ایک دن آرڈن بندرگاہ مین ایک بانس پر چڑھ رہا تھا کہ پاؤن پھسل گیا ۔ زمین پر آ پڑا ۔ اور ٹانگ ٹوٹ گئی ۔ ایام علالت مین اُس کے ہان ایک اور کمزور سا زرد رنگ کا بچہ پیدا ہوا ۔ اس کی تجارت پر بھی ایک ملاح نے قبضہ جما لیا ۔ گو آرڈن بہادر ۔ محنت شعار اور سنجیدہ آدمی تھا ۔ لیکن اِن حوادث سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ۔ اُس کے بچے کمی غذا سے زرد پڑ گئے ۔ اینی کے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار نمودار ہو گئے ۔ اور آرڈن کی زندگی اِن روز افزون مشکلات سے تاریک تر بنتی گئی

ایک دن بستر علالت پر لیٹے ہوئے وہ اِن تاریک واقعات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اُس کا تصور تیرہ و تار مستقبل مین کھو گیا وہ ایک جھٹکے سے بستر پر اُٹھ بیٹھا ۔ اُس کے منہ سے بے ساختہ یہ دعا نکلی ۔

"او کائنات کے مالک ۔ میرے بچون کے تمام مصائب میری حیات پر تقسیم کردے اور انھین اس سیاہ مستقبل سے محفوظ رکھ "

اس اثنا میں ایک چینی سوداگر آرڈن کے پاس آیا اور بولا:۔

"میرا جہاز چین جانے کے لئے ساحل پر تیار کھڑا ہے۔ کیا تم کپتان کی حیثیت سے میرے ہمراہ جا سکو گے؟

لیکن آپ کا جہاز کب روانہ ہوگا؟"

"کم از کم تین ہفتہ کے بعد"

آرڈن۔ (یہ سمجھ کر کہ اُس کی دعا زود اثر نکلی) "بہت اچھا میں اُس وقت تک یقیناً مکمل صحت پا چکوں گا۔ اور میں جناب کی اس تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں

اس غیر متوقع مژدہ کو سُن کر آرڈن سمجھا کہ اس کی چند روزہ سیاہ بختی اُس بادل کے پریشان ٹکڑے کی طرح تھی جو آفتاب کی ضیا پاشیوں کو چند لمحوں کے لئے روک دے۔ لیکن میری غیر حاضری میں بچوں کا محافظ کون ہوگا۔ اور یہ کیونکر اس غربت میں زندگی بسر کر سکیں گے"

(کافی دیر تک سوچنے کے بعد) "میں اپنی کشتی بیچ کر اپنی بیوی کے لئے ایک چھوٹی سی دکان چھوڑ جاؤں گا۔ جب ساحل کے ملاح دریا کی طوفانی موجوں میں کشتیاں ڈالے مختلف ممالک جا رہے ہونگے تو ان کی بیویاں اینی سے ضروری سامان خورد نوش خریدیں گی۔ اور اس طرح وہ اپنی زندگی زیادہ سہولت سے بسر کرے گی!"

اس سوال کو حل کرنے کے بعد آرڈن اینی کے کمرہ میں گیا۔ اینی نوزائیدہ ناتوان بچہ کی تیمار داری میں مصروف تھی۔ وہ آرڈن کو دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر مسرت کی خفیف سی جھلک آ کر دفعتہً یوں گم ہو گئی گویا وہ بجلی کی ایک شعاع تھی۔ جو بادل کا دامن چیر کر نکلی۔ اور فضا کی سیاہیوں میں غائب ہو گئی۔ اینی نے بچہ کو اُٹھا کر آرڈن کی گود میں ڈال دیا۔ آرڈن کا سینہ پدرانہ شفقتوں سے اچھلنے لگا۔ بچے کو پیار کیا۔ اور پھر اینی کی گود میں دیدیا۔

اینی کو ابھی تک آرڈن کے نئے ارادوں کا علم نہ تھا۔ دوسرے دن صبح آرڈن نے نئے سفر کی اُسے خبر دی۔ اُس کا دِل سنتے ہی دہل گیا۔ اور سختی سے اس ارادہ کی مخالفت کی۔ اینی کی افسردہ نگاہیں پژمردہ رخسار۔ رحم طلب آنسو۔۔۔۔ آرڈن کے ارادوں کو متزلزل نہ کر سکے اُس نے کشتی بیچ ڈالی روانہ ہونے سے ایک دن پہلے اُس نے مکان کے ایک حصہ کو مرمت کر کے تمام سامانِ تجارت سجا دیا۔ آرڈن دن بھر کی تکلیف سے تھک کر رات کو جی بھر کے سویا لیکن جب صبح ہوئی تو اینی گھبرائی ہوئی تھی۔ کیونکہ آرڈن اس سے جدا ہونے والا تھا۔ آرڈن غسل سے فارغ ہوا۔ کپڑے پہنے اور اینی سے یوں مخاطب ہوا۔

"میری عزیز اینی۔ میرا یہ سفر بے انتہا خوش اقبالیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ تو ان بچوں کا خیال رکھنا انہیں اچھے کپڑے پہنانا روزانہ نہلانا۔ انکے بالوں کو ہر صبح سنوارنا۔ میں جب واپس آؤنگا تو یہ ننھا کمزور بچہ صحت پا کر بڑا ہو چکے گا۔ میں جب چوکھٹ پر پہنچوں گا۔ تو یہ دوڑ کر دروازہ پر میرا استقبال

کریگا۔ میری ٹانگوں سے لپٹ جائیگا۔ مین اسے اُٹھاؤنگا۔ اور رات کو آتشدان کے پاس بیٹھ کر اپنے لبے سفر کی سرگزشت سناؤنگا۔"

اینی "آرڈن ملول نہ ہو۔ میرا سفر اللہ کے فضل سے بہت مبارک ثابت ہوگا

اینی "پیارے آرڈن، تم بڑے عقلمند ہو، اور آنے والے واقعات کا اندازہ کرسکتے ہو۔ لیکن مجھے قطعاً اُمید نہین۔ کہ میری نگاہین تمھارے پیارے چہرہ کو پھر دیکھ سکین گی"

آرڈن "میری نگاہین تو تمھارے چہرہ کو دیکھ سکین گی۔ دیکھو اینی! ہمارا جہاز اتوار کو دس بجے لنگر اُٹھائے گا۔ تم چھت پر چڑھ کر دوربین سے مجھے دیکھنا۔ تمھین اُس وقت معلوم ہوگا۔ کہ تمھارے خطرات کتنے ناپائدار ہین"۔ اینی کے افسردہ لمحات یک بیک گذر گئے۔ اور آخری ساعت آگئی۔

آرڈن۔ اینی۔ گھبراؤ مت۔ اطمینان رکھو۔ بچون کا خیال رکھنا۔ گھر کی ہر چیز کی حفاظت کرنا۔ اور میرے متعلق قطعاً کوئی تشویش نہ کرنا۔ اللہ پر اعتماد کرو۔ مشرق بعید کے دور دراز حصص مین بھی وہی خدا ہے۔ سمندر اُس کا ہے ہوا اسکی ہے، جس خُدا نے یہان مجھپر ہر طرح کی مہربانیان کین۔ وہی خدا مجھے وہان بھی خطرات سے بچائیگا"

یہ کہہ کر آرڈن اُٹھا۔ اپنی غمزدہ و ملول بیوی کے گلے مین باہین ڈال دین۔ اپنے حیران بچون کی آنکھون کو چوما سب سے چھوٹا بچہ رات بھر بیمار رہنے کی وجہ سے سویا ہوا تھا۔ اینی اُسے بیدار کرنے لگی۔ لیکن آرڈن نے یہ کہہ کر روک دیا۔ کہ یہ معصوم ہے واقعات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ آرڈن نے بستر ہی پر بچہ کا مُنہ چوما۔ سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا۔ اینی نے اس بچہ کی پیشانی سے بالون کا گچھا کاٹ کر بطور یادگار آرڈن کو دیا۔ اسکے بعد آرڈن جلدی سے اُٹھا۔ اسباب اُٹھایا اور نکل گیا۔ مگر دور تک مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا۔

(۴)

اینی دوربین کہین سے مانگ لائی تھی، چھت پر چڑھ گئی۔ جہاز نے لنگر اُٹھا دیا۔ خدا جانے نظر کمزور تھی۔ یا دوربین سے دیکھنا اسکو نہ آتا تھا۔ بہرحال آرڈن دیر تک تختۂ جہاز پر کھڑے ہوکر رومال ہلاتا رہا۔ لیکن اینی اُسے نہ دیکھ سکی۔ یہانتک کہ آرڈن اُن پر اضطراب لمحون کو ساتھ لیکر دور نکل گیا۔ اینی چھت سے روتی ہوئی اُتری، اور مجبوراً مشاغل زندگی مین مصروف ہوگئی۔ بدقسمتی سے تجارت مین اُسے سخت نقصان ہوا۔ چیزین اصل سے بھی کم قیمت پر فروخت کرکے بمشکل وقت کاٹنا شروع کیا۔ وہ یہ خیال کرکے کہ آرڈن اِسے نااہل سمجھے گا۔ اور زیادہ ملول تھی۔ وہ صبح شام آرڈن کے متعلق ہر تو وارد سے دریافت کرتی۔ لیکن کوئی خبر نہ ملی۔ یہانتک کہ اُس کے ذرایع معاش بہت محدود ہوگئے۔ اور اُس کی زندگی سخت تشویش مین بسر ہونے لگی۔ چھوٹا بچہ کمی غذا کی وجہ سے زیادہ کمزور ہوتا گیا۔ اُس کی علالت طویل ہوگئی۔ گو اینی نے اُس کی تیمارداری میں پوری کوشش کی لیکن اُس محبوس طائر کی طرح جو مالک کو غافل پاکر اچانک پرواز کرجائے۔ اُس بچہ کی روح جسم سے

نکل گئی اور اینی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

فلپ نے گو تقریباً ۱۵ سال سے اینی کے ہاں آنا جانا ترک کر رکھا تھا لیکن آرڈن کے جانے کے بعد اُسے کئی دفعہ خیال آیا کہ اینی کی خبر گیری کے لئے اُسے جانا چاہئے۔ چنانچہ وہ اینی کے گھر پہنچا۔ ڈیوڑھی میں چند لمحوں کے لئے ٹھہرا۔ کئی دفعہ دستک دی۔ کوئی آواز نہ آئی۔ تو مجبوراً اندر چلا گیا۔ اینی بچہ کی تدفین سے ابھی ابھی فارغ ہو کر رو رہی تھی اور انتہائی قلق میں اُسے انسان کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ تھی کہ اُس نے فلپ کو دیکھا۔ اس کا دل اور زیادہ بھر آیا۔

فلپ۔ (لڑکھڑائی زبان سے) میں تم سے ایک عنایت کا طلبگار ہوں۔

اینی۔ عنایت! اور مجھ جیسی تباہ روزگار و پریشان حال سے؟

فلپ۔ ہاں تم سے اور تمھیں سے!

اینی۔ وہ کیا؟

فلپ۔ مجھے وہ دن یاد ہیں۔ جب ہم تینوں بچپن میں مل کر کھیلتے تھے۔ اور وہ دن بھی نہیں بھولا جب تمھاری نظر انتخاب آرڈن پر پڑی کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ عالی ہمت اور زیادہ بلند ارادہ کا انسان تھا۔ میں تمھارے اس انتخاب پر بہت خوش ہوں۔ اس وقت اُس نے یہ طویل سفر تفریحاً اختیار نہیں کیا۔ بلکہ اپنے بچوں کی بہتر تعلیم و تہذیب کے لئے یہ تکلیف گوارا کی ہے۔ بچوں کی عمر ضایع ہو رہی ہے۔ اور آرڈن کے آنے کی بظاہر کوئی صورت نہیں۔ اگر آرڈن کسی زمانے میں آگیا۔ تو اُسے یہ دیکھ کر بے حد رنج ہوگا۔ کہ اُس کے بچے بلا تعلیم رہگئے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم بچے تعلیم کے لئے میرے حوالہ کر دو

اینی۔ میں اس وقت حد درجہ شکستہ حال ہوں اور غم کا پہاڑ مجھے دبائے جا رہا ہے۔ تو کیا تم ایک اور بھاری احسان کے نیچے مجھے دبانا چاہتے ہو۔؟

فلپ۔ لیکن جب آرڈن سے میں تمام مصارف لینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ تو پھر احسان کی کیا بات ہے

اینی۔ یہ درست ہے۔ کہ آرڈن تمھارے مصارف ادا کر سکے گا۔ لیکن تمھاری اتنی بڑی نوازش کو کیونکر ادا کرے گا۔

فلپ۔ اینی یہ کوئی نوازش نہیں۔ اگر ہے۔ تو اس کی تلافی تم بہتر صورت میں کر سکتی ہو۔

اینی۔ وہ کیونکر

فلپ۔ وہ یوں۔ کہ مجھے بچوں کو سکول میں بٹھانے کی اجازت دو۔

اینی اپنی جگہ سے اُٹھی۔ اشک آلود آنکھوں سے فلپ کی طرف دیکھا۔ اُس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر محبت سے دبایا اور یہ کہتی ہوئی پائیں باغ میں چلی گئی۔

"اچھا فلپ۔ لیکن تمھارا حق عنایت مجھ جیسی بے بس عورت کیسے ادا کرے گی"

دوسرے روز فلپ نے دونوں بچوں کو اسکول میں داخل کرا دیا۔ انہیں ضروری کتابیں خرید دیں۔...... اور اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح انکی پرورش شروع کر دی۔ فلپ کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی۔ کہ وہ دن میں کم از کم ایک بار اپنی کو دیکھ آئے۔ لیکن اِس آرزو کو زبانِ خلق سے ڈر کر بہت کم پورا کرتا۔ ہاں تحفتہً اپنے باغ کے میوے۔ پھول اور کبھی مشین کا آٹا بھیج دیتا۔ گو اینی فلپ کے احسانات کے نیچے دب رہی تھی۔ لیکن آرڈن کا تصور اُس کے دل و دماغ پر اتنا محیط تھا۔ کہ وہ اِن جذبات کا اظہار شکریہ کے نامکمل لفظوں سے بھی بمشکل کر سکتی۔ بہر حال فلپ اب بچوں کی معصوم توجہات کا مرکز تھا۔ وہ فلپ کو دیکھ کر دوڑتے ہوئے آتے۔ اور ٹانگوں سے لپٹ کر بہت خوش ہوتے۔ وہ اپنی شکایات اُس کے سامنے بیان کرتے۔ اور اُسے ابا فلپ کہہ کر پکارتے۔ یہی بچے اب فلپ کی مشین کے ننھے مالک تھے۔ اب آرڈن کا تصور بچوں کے دماغ میں خواب کی طرح دھندلا ہو چکا تھا۔ آرڈن کی یاد آہستہ آہستہ یوں مٹ رہی تھی۔ جس طرح کہ شام کی سیاہیوں میں نقوش کوہسار آہستہ آہستہ غائب ہو جاتے ہیں۔

(۵)

شام کا وقت ہے۔ آفتاب کی شعاعیں گھنے پتوں سے چھن چھن کر رنگین وادیوں میں بکھر رہی ہیں دور دور تک سکون پھیلا ہوا ہے۔ سیاہیاں بڑھ رہی ہیں اور پھولوں کے ایک خیابان میں اینی فلپ کے ساتھ سر جھکائے سوگوار بیٹھی ہے بچے جھاڑیوں میں کھیل رہے ہیں۔ فلپ کو دفعتہً وہ شام یاد آگئی۔ جب اُس نے پہلی دفعہ نہیں اینی کو آرڈن کے مسرور پہلو میں دیکھا تھا۔ فلپ کئی روز سے تنہائی کی تلاش میں تھا تاکہ وہ اینی کے سامنے اپنے جذبات دل ظاہر کر سکے۔ اِس وقت بہتر موقعہ سمجھ کر بولا۔

"پیاری اینی پورے دس سال آرڈن کے انتظار میں کٹ گئے۔ تیری جوانی ختم ہو گئی۔ تیری زندگی مسلسل سوگ ہو چکی، یہ حالت آخر تابکے۔ یقین کر۔ کہ آرڈن کا جہاز تباہ ہو چکا ہے۔ اور وہ واپس آنے کا نہیں۔ میں اِس آرزو کو کب تک نہاں رکھوں۔ کہ مجھے تجھ سے انتہائی محبت ہے۔ میں تیرے موجودہ غربت و افلاس کو نہیں برداشت کر سکتا۔ میرا کوئی رشتہ دار نہیں۔ اپنے خاندان میں تنہا رہ گیا ہوں۔ مجھے کسی اور کی فکر نہیں۔ تو مجھے شروع سے جانتی ہے۔ اس لئے اگر تو مجھ سے شادی کرے۔ تو مجھے تیرے بچوں کی تعلیم و تربیت اور تیری دلداری میں بے انتہا مسرت ہوگی۔"

اینی ۔ پیارے فلپ۔ تو میرے برباد اور ویران غمکدہ میں فرشتۂ مسرت بن کر نازل ہوا ہے۔ لیکن تجھے مجھ سے زیادہ اچھی بیوی کی ضرورت ہے۔ میں ملول ہوں۔ اور دلھن بننے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ علاوہ ازیں یہ ممکن نہیں۔ کہ ایک دل میں دو صورتیں گھر کر سکیں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ آرڈن کے بعد تمام دنیا میرے لئے اُجاڑ ہو چکی ہے۔ اور مجھے کائنات کی کسی چیز سے قطعاً کوئی دلچسپی باقی نہیں۔

فلپ ۔ محبت کے لئے نہ سہی، کیا تو مجھے اپنی خدمت کے لئے بھی منظور نہیں کر سکتی

اینی - اچھا تو کچھ مدت اور ٹھہرو۔ شاید کہ مشرق بعید کا کوئی جھونکا۔ سمندر کی کوئی موج۔ یا افقِ مشرق کا ..... کوئی سیاح بادل آرڈن کی خبر لے آئے۔ یا وہ خود آجائے۔

فلپ - اینی بے سود انتظار نہ کرو۔ کہ آرڈن مدت سے سمندر کی تاریک گہرائیوں مین سو رہا ہے۔

اینی - فلپ صرف ایک سال اور ٹھہرو۔ گو میرے لئے ایک سال کا عرصہ بہت طویل ہے۔ لیکن تمھارے لئے بہت طویل نہین۔ مین وعدہ کرتی ہون کہ اس میعاد کے بعد تمھاری ہو جاؤن گی۔ اگر آرڈن نہ آیا۔ میرا دل کہتا ہے۔ کہ وہ ضرور آئیگا۔

دونون کچھ لمحہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ پہاڑون کی بلند ترین چوٹیون سے روشنیان رخصت ہو گئین۔ دھندلی تاریکیان پھیلنے لگین۔ فضا سرد ہو گئی۔ مجبوراً اینی اور فلپ پھولون سے لدے ہوئے بچون کو لیکر رخصت ہوئے۔ چوکھٹ پر پہنچ کر اینی نے ہاتھ ملایا۔ اور اندر چلی گئی

(۴)

"آہ آرڈن تیری یاد مین زندگی تاریک ہو گئی۔ مسرتین بھول گئین۔ میری حیات کا ہر لمحہ فسانۂ درد بن گیا۔ کیا تو واقعی ڈوب کر مر گیا۔ آہ! دلِ باور نہین کرتا۔ تو آئے گا۔ اور ضرور آئیگا" یہ تھے وہ الفاظ۔ جو ایک صبح اینی کے منہ سے نکل رہے تھے کہ فلپ نمودار ہوا۔ اور بولا۔

فلپ - سال ختم ہو گیا ہے۔ مین تم سے تکمیلِ وعدہ کی درخواست کرتا ہون۔

اینی - ہین؟ سال؟ اتنی جلدی؟ وہ کیسے؟

فلپ - ہان۔ یقیناً وہ سامنے دیکھو۔ کوہسار کے خنک دامنون سے چشمے ابل رہے ہین۔ سرسبز وادیان پھر پھولون سے لبریز ہو گئین۔ ببولون کے زرد پھولون پر بھونرے پھر اڑنے لگے شہد کی مکھیون نے پھر چھتے بنانا شروع کئے۔

اینی - مگر فلپ ایک ماہ اور انتظار کرو۔ ایک ماہ کوئی زیادہ عرصہ نہین۔ شاید کہ آرڈن آجائے۔ آہ آرڈن!!

فلپ - اینی مجھے عذر نہین۔ لیکن پورا ایک ماہ .... پورا ایک ماہ ....

اینی - مین تمھاری خاموش اور پائدار محبت کی بے حد قدر کرتی ہون۔ لیکن اتنے بڑے تغیر کے لئے صرف ایک ماہ مہلت چاہتی ہون

فلپ (آبدیدہ ہو کر) تمھاری خواہشات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہون۔

چند دن گذر گئے۔ ایک رات اللہ کے حضور مین اینی نے رو رو کر آرڈن کی حیات و موت کے متعلق کسی فیصلہ کن نشان کے متعلق دعائین کین۔ آدھی رات گذر گئی۔ اور وہ روتی رہی۔ آخر اٹھی انجیل مقدس کو چوما۔ کھولا۔ اور آنکھین بند کر کے ایک آیت پر انگلی رکھدی۔

اس آیت کا مفہوم یہ تھا کہ:۔

"وہ ایک کھجور کے درخت کے سایہ مین ہے۔ اور اُسپر آفتاب چمک رہا ہے"

اینی اسے اچھی طرح نہ سمجھ سکی۔ سوچتے سوچتے سو گئی۔ خواب مین دیکھا۔ کہ ایک بلندی پر کھجورون کے نیچے آرڈن بیٹھا ہوا گا رہا ہے۔ اُسے جاگتے ہی یقین ہو گیا۔ کہ آرڈن مر چکا ہے۔ اور اُس کی روح فردوس کی فضا مین مسرور و خرم ہے فوراً فلپ کو پیغام بھیجا۔ اور رسم نکاح ادا ہو گئی۔ ہر چند اب اُن کی زندگی کا نیا دور تھا۔ لیکن اینی کے تصور مین صرف آرڈن بس رہا تھا۔ وہ ہر وقت کسی نامحسوس چیز کے انتظار مین رہتی۔ اُسکے کان کسی نامسموع آواز کی طرف لگے ہوتے۔ وُہ جب کہین باہر سے گھر لوٹتی۔ تو دروازہ کی کنڈی پکڑ کر گھنٹون کھڑی رہتی۔ وُہ بدستور اُداس رہتی۔ تقریباً ایک سال کے بعد اُس کے ہان ایک خوبصورت بچہ پیدا ہوا۔ اینی کے مادرانہ جذبات مین پھر زندگی آ گئی۔ فلپ کے ساتھ بھی اُسے دلبستگی پیدا ہو گئی اور آرڈن کی تصویر رفتہ رفتہ اینی کے دماغ سے محو ہو گئی

(۷)

آرڈن چینی جہاز پر سوار ہو کر بعافیت تمام چین پہنچ گیا۔ کچھ عرصہ وہین رہا۔ واپسی پر بچون کے لئے کھلونے اور اپنی پیاری بیوی کے لئے ہار خریدا۔ جہاز لنگر اُٹھا کر چلدیا۔ چند دن اطمینان سے گذرے۔ لیکن ایک صبح اپنے دامن مین سینکڑون طوفان لئے نمودار ہوئی۔ سمندر کی سطح پر ہزارون کوہ پیکر موجین لوٹ رہی تھین۔ گویا سمندر اُبل رہا تھا۔ آندھی اس زور سے چل رہی تھی کہ جہاز کو سنبھلنا دشوار ہو گیا اور راہ سے بھٹک گیا آخر کار آدھی رات کے قریب جہاز ایک چٹان سے ٹکرایا اور پاش پاش ہو گیا۔ آرڈن اور چند مسافر تختون سے لپٹ گئے۔ رات بھر طوفان کے ہچکولے کھاتے رہے۔ صبح کے قریب وہ تختے ایک تنہا دور افتادہ جزیرہ پر جا لگے اِن تینون نے پہاڑ کے ایک غار کو کھجور کے پتون سے ڈھانک کر گھر بنایا اور جنگلی میوون پر بسر کرنے لگے۔ پانچ سال کے بعد ان مین سے ایک ساتھی مر گیا اور صرف دو آدمی باقی رہگئے انھون نے ایک بڑے درخت کا تنہ کہین سے ڈھونڈھ لیا اُس تنہ کے اندرونی حصہ کو تیز پتھرون سے کاٹ کر اور چقماق کے شعلون سے جلا کر کشتی بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ کہ آرڈن کا ساتھی بیمار ہو گیا۔ اور ہفتہ کے اندر وہ بھی مر گیا۔ اب آرڈن تنہائی مین بہت گھبرایا۔ ہر چار سو سفید سمندر۔ لہرون کی خوفناک آوازین۔ دور تک کوہسار کا بلند سلسلہ۔ ویرانی۔ بربادی۔ خاموشی اداسی۔ سرسبز پہاڑون کی برفانی چوٹیون پر کہر کے بادل چھائے رہتے۔ درختون کی جھکی ہوئی چوٹیون کو نسیم و صبا کے آوارہ جھونکے چھیڑتے۔ خوشرنگ وادیون کے رنگ برنگ پھولون پر سنہری تیتریان دن بھر اُڑتین۔ تنون اور شاخون پر لپٹی ہوئی بیلون مین زرد و سفید پھول حسین منظر پیش کرتے۔ کھجورون کے جھنڈ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ سب مناظر آرڈن کے سامنے تھے۔ لیکن آ[illegible] کی آنکھین انسانی چہرہ کو ترس رہی تھین دریائی پرندون کی دلفریب صدائین صبح و شام آتی تھین۔ سمندر کی مسلسل موجین چٹانون سے ٹکرا کر ساحل پر نغمے بکھیرتی تھین۔ پتون کے ساز سے ہوا نغمے اچھالتی تھی

پہاڑون کی پیشانی سے پھوٹنے والی ندیان نغمے گاتے ہوئے نکل جاتی تھین۔ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن آرڈن کے کان صرف انسانی آواز کے لئے مضطرب تھے۔ وہ اپنے جھونپڑے مین بیٹھ کر پانی کی نیلی سطح پر ٹکٹکی جمائے رکھتا۔ وہ ساحل پر بیتابانہ ٹہلتا۔ اور سمندر کو ہمیشہ دیکھتا رہتا۔ کہ شاید کوئی جہاز آتا ہوا دکھائی دے۔ برسون گذر گئے مگر جہاز نہ آنا تھا نہ آیا۔

ہر صبح آفتاب کی اچھوتی کرنین ساحل پر نہانے آتین۔ ہر شام نیلے پانی مین شفق کا ارغوانی عکس عجیب کیفیتین پیش کرتا۔ اسی طرح دن مہینون مین اور مہینے سالون مین تبدیل ہوتے رہے اور کوئی صورت نجات کی اس کو نظر نہ آئی وہ پہرون ایک جگہ یون جم کر بیٹھ جاتا۔ گویا وہ مرچکا ہے۔ آنکھون پر گھر کا نقشہ آنکھون مین جما رہتا۔ اُسے وہ دن یاد آتے جب اپنی سے بل کر وہ پھولون کی سیر کو جایا کرتا تھا۔ بچون کی گفتگو۔ وہ بات بات پر شکایتین۔ وہ اُنکے ہلکے ہلکے قہقہے۔ وہ اُن کا ماں کی آغوش مین خوش ہو ہو کر لیٹنا۔ یاد آتا۔ فلپ کی مشین اُس کی پیاری آواز۔ وہ کشتی۔ وہ ساحل وہ کچے کچے گھر۔ وہ نومبر کی سردیان۔ وہ کہر آلود صبحین۔ اور وہ دھندلی فضائین۔ آرڈن کو رہ رہ کر ستاتین۔ وہ گو جوان تھا۔ لیکن مسلسل مصائب نے بوڑھا کر دیا تھا۔ کمر جھک گئی تھی۔ بال سفید ہو گئے تھے۔ اور نجات سے اسقدر مایوس ہو گیا تھا۔ کہ نجات کی خواہش ہی رفتہ رفتہ مٹ چلی تھی۔

(۸)

"جہاز کہین سے کہین آگیا۔ کمپاس خراب ہو چکے ہین۔ رہبر ندارد۔ افسوس کہ اب ہمارا صحیح سالم گھر پہنچنا بہت مشکل ہے۔"

یہ تھے۔ وہ الفاظ جو ایک کہر آلود صبح کو دھندلکے مین دس سال کے بعد دفعتہ آرڈن کے کانون تک پہنچے۔ وہ اُٹھا ساحل پر آ کر دیکھا۔ تو ایک جہاز لنگر ڈالے ہوئے ہے۔ ملاح اس عجیب الہئیت انسان کو دیکھکر گھبرائے۔ آرڈن نے اشارون سے (دس سال مین گفتگو کرنا بھول چکا تھا)..... انہین اطمینان دلایا۔ انکی باتین سننے کے بعد آرڈن مین بولنے کی طاقت عود کر آئی۔ اپنی تمام رام کہانی سنائی۔ نیز اُنہین یقین دلایا۔ کہ وہ خود بہتر ملاح اور راہ و رسم منزل سے باخبر ہے۔ اس لئے انہین گھبرانا نہین چاہیئے۔ اہل جہاز نے آرڈن کو فرشتۂ رحمت سمجھ کر ساتھ بٹھا لیا۔ اور چل دئے۔

آرڈن کی حالت مین تغیر پیدا ہونا شروع ہوا۔ اُسکی افسردگیان دور ہونے لگین۔ اُس کے چہرے پر دس سال کے بعد مسرت کی جھلک سی نظر آنے لگی۔ وہ ملاحون سے اپنے گھر کے متعلق بار بار پوچھتا۔ لیکن وہ نہ بتا سکتے۔

دن گذرتے گئے۔ آخر پورے دو ماہ کے بعد آرڈن کا وطن نمودار ہوا۔ اُسے دور سے فلپ کی مشین نظر پڑی پھر آہستہ آہستہ وہ کچے مکانات۔ وہ ساحل پر ٹوٹی ہوئی کشتیان نظر آئین۔ اس کا دل لامحدود مسرتون سے اچھلنے لگا ملاحون نے ازراہ ہمدردی کچھ رقم چندہ کر کے آرڈن کو دی۔ جہاز ٹھہرا۔ تو آرڈن فوراً اترا۔ اور گھر کو چل دیا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ مغرب کی پہاڑیان سیاہ بادلون سے لدی ہوئی تھین۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیاہیان چھا گئین۔ آندھی چل پڑی

کچھ بوندا باندی بھی شروع ہوگئی۔ لیکن آرڈن نہایت تیزی کے ساتھ گھر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ گاؤن مین داخل ہوا۔ چند تاریک گلیون سے گذرنے کے بعد وہ اپنے چھوٹے سے مکان پر پہنچا۔ وہ ہاتھ اُٹھا کر زور زور سے دستک دینے کو تھا۔ کہ دروازے پر ایک سفید کاغذ نے اُس کی توجہ کھینچ لی۔ بجلی چمکی تو جلی قلم سے لکھے ہوئے یہ الفاظ اُسے نظر پڑے:۔

"یہ مکان فروخت ہوگا" کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ دل بیٹھنے لگا اور بدن پر رعشہ سا طاری ہوگیا۔ آہستہ آہستہ حواس قائم ہوئے۔ تو اُسے یقین ہو گیا۔ کہ اینی مر گئی ہے۔ اور بچے یتیم ہو کر خدا جانے کہان کی خاک چھان رہے ہونگے وہ سال کی طرف لوٹا۔ اور ایک ایسی سرائے مین چلا گیا جس کی مالک ایک بڑھیا تھی۔ جسے آرڈن اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ یہان وہ آغازِ شباب مین دِن کا بیشتر حصہ بسر کیا کرتا تھا۔ گو بڑھیا بھی آرڈن سے اچھی طرح واقف تھی۔ لیکن اب قطعًا نہ پہچان سکی۔ آرڈن اُس سرائے مین چند دِن رہا۔ لیکن رازِ دِل کسی سے نہ کہہ سکا۔ باتون باتون مین اُسے بڑھیا سے معلوم ہو گیا کہ اینی نے دس سال کے طویل انتظار کے بعد فلپ سے شادی کر لی۔ اور اب اُس کے ہان بچہ بھی پیدا ہو چکا ہے۔ بڑھیا نے اینی کی دردناک داستان کو اِن الفاظ پر ختم کیا۔ "آہ آرڈن تباہ ہو گیا"

آرڈن نے اک خاموش آہ کی۔ اور یہ سوچ کر (کہ اینی ہمیشہ کے لئے اس سے جُدا ہو گئی) بڑھیا کے الفاظ نہایت ہی دردناک لہجہ مین دوہرائے "آہ واقعی آرڈن تباہ ہو گیا"

آرڈن عمومًا سر سبز وادیون مین ان مقامات پر پہرون بیٹھا رہتا جہان اُس نے کوئی شام اینی کی معیت مین بسر کی تھی۔ وہ پہاڑ کے دامن سے اپنے پُرانے مکان کو دیر تک دیکھتا رہتا۔ اُس کے دماغ مین ماضی کے تمام فسانے ایک ایک کر کے آتے۔ وہ بسا اوقات ہاتھون سے منہ کو ڈھانک لیتا۔ اور اپنی سیاہ بختی پر پہرون روتا۔

"اُس نے ایک دن سوچا کہ کسی نہ کسی طرح اینی کو دیکھنا چاہئے۔ اگر وہ خوش ہو۔ تو مین اپنی سوگوار تنہائیون کو یقینًا گوارا کر لون گا"

اینی کو دیکھنے کا تصور آرڈن کے دِل و دماغ پر اتنا مستولی ہوا۔ کہ وہ ایک تاریک شام سرائے سے چل نکلا۔ اور پوچھتے پوچھتے فلپ کے نئے گھر تک جا پہنچا۔ چراغ جل چکے تھے۔ فلپ کا گھر روشنیون سے جگمگا رہا تھا۔ دروازون اور کھڑکیون کی باریک جالی سے لیمپ کی سبز و سفید شعاعین چھن چھن کر پائین باغ کے گھنے درختون تک پہونچ رہی تھین آرڈن چپکے سے پائین باغ مین داخل ہوا۔ اور دبے پاؤن سامنے کھڑکی تک جا پہنچا۔ ہاتھ اُٹھا کر آنکھون کے سامنے کر لئے اور کھڑکی کی آہنی جالی سے اندر جھانکا اُس نے ہشاش بشاش بچے دیکھے۔ فلپ کو دیکھا۔ اینی دیکھی۔ الغرض ایک ایسا گھرانہ دیکھا جسکی مسرتون مین آرڈن کا قطعًا کوئی حصہ نہ تھا۔ سامنے کی صاف میز پر چاندی کے برتن چمک رہے تھے الماریون مین چائے کے سٹ رکھے تھے۔ چارپائیون پر بستر لگے ہوئے تھے۔ وسط مین انگیٹھی دہک رہی تھی۔ جسکے گرد فلپ بچون سمیت بیٹھا تھا۔ فلپ کی داہنی طرف اینی تھی۔ بائین طرف اینی کے شکل و صورت کی ایک نوجوان حسین لڑکی نوزائیدہ

بچہ سے کھیل رہی تھی۔ اس لڑکی کے ہاتھ مین ایک رنگدار فیتہ تھا جسے وہ بچے کے ننھے ننھے ہاتھون تک لے آتی اور جونہی بچہ اُسے پکڑنے کی کوشش کرتا۔ تو وہ فیتہ کو اوپر کھینچ لیتی۔ بچہ کی اس ناکام کوشش کو فلپ دیکھ رہا تھا۔ اور دل ہی دل مین مسکرا رہا تھا۔ اینی اپنے بڑے بیٹے سے گفتگو کر رہی تھی۔ اور کبھی کبھی مسکرا بھی دیتی تھی۔

آرڈن نے یہ تمام منظر دیکھا۔ اُسنے اپنی پیاری بیوی۔ خوبصورت اور جوان بچون کو دیکھا جو امن و عافیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

آرڈن سخت بے چین و بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا۔ کہ اُس کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکل کر تمام گھر کی مسرتون کو کوبرہم کر دے کہ آرڈن نے بدقت تمام اپنے آپ کو روکا۔ وہان سے اُٹھا۔ پیچھے ہٹا۔ اور باغ سے باہر آ گیا

اس کے بعد آرڈن نے سوچا کہ اپنے بچون سے بھی ملے۔ یا نہ ملے لیکن اپنے صبر و ضبط پر اعتماد نہ کرتے ہوئے۔ بچون سے ملنے کا خیال بھی قطعاً ترک کر دیا۔

آرڈن سرائے مین واپس آ گیا۔ اب اس کا شبانہ روز کا مشغلہ صرف عبادت تھی۔ جس مین اُسے مکمل سکون ملتا ایک دن یونہی باتون باتون مین آرڈن نے سرائے کی مالکہ سے دریافت کیا۔

آرڈن ۔ "کیا فلپ کی بیوی کو یہ خطرہ نہین۔ کہ اس کا پہلا شوہر زندہ ہو۔ اور آ جائے"

مالکہ ۔ "ہان اُسے رات دن یہ خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اگر تم یا کوئی اور اُسکے پہلے شوہر کی نسبت کوئی اطلاع دے سکے تو وہ بے حد ممنون ہو"

آرڈن خاموش ہو گیا۔ لیکن اس نے ارادہ کر لیا۔ کہ وہ اُسے ضرور ہمراز بنائے گا۔ اسی حالت مین پورا سال گذر گیا۔ آرڈن کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا۔ مختلف بیماریان ہجوم کر آئین۔ اور اُسے موت کا یقین ہو گیا۔ اسی حالت مین اسنے مالکہ کو طلب کر کے کہا کہ

"مقدس بائبل کی قسم کھا کر کہو۔ کہ جو راز مین تمھین بتانا چاہتا ہون۔ اُس کا افشا نہین کرو گی"

مالکہ ۔ (کچھ سوچنے کے بعد) بہت اچھا مین انجیل کی قسم کھا کر کہتی ہون کہ تمھارا راز ظاہر نہین ہو گا

آرڈن ۔ کیا تو آرڈن کو جانتی تھی؟

مالکہ ۔ یقیناً۔ اُس کی جوانی اُس کی اُٹھی ہوئی گردن۔ اُس کا ابھرا ہوا سینہ دور سے پہچانا جاتا تھا۔

آرڈن ۔ لیکن اُس کی جوانیان خواب و خیال ہو چکی ہین۔ اُسکی بلند گردن ابرسون ہو گئے کہ اوپر نہین اُٹھی اور وہ مصائب کا شکار اس وقت تمھارے سامنے ہے

مالکہ ۔ (چونک کر) ہین! کیا آرڈن تم ہو۔؟ واقعی؟ نہین کبھی نہین۔ وہ تم سے نٹ کھٹ اور بانکا تھا

آرڈن ۔ ہان یہ درست ہے۔ لیکن یقین کرو۔ کہ آرڈن مین ہی ہون۔ اینی سے میری ہی شادی ہوئی تھی۔

فلان گھر مین نے ہی آباد کیا تھا۔ اور اس تمام ساحل پر میری ہی محنت۔ مشقت اور جوانمردی کے ترانے گائے جاتے تھے۔

مالکہ کے آنسو نکل پڑے اور وہ بے اختیار ہوگئی کہ اپنی سے سارا حال کہہ سنائے لیکن آرڈن نے کہا کہ ٹھیرو مین اپنے عہد کو کسی طرح توڑ نہین سکتا اور اس زندگی مین اس سے کسی طرح نہین ملسکتا۔ مگر میری موت قریب آگئی ہے۔ اور مین سامنے دوسری دنیا کے افق پر چمکیلے بادل چھائے ہوئے دیکھ رہا ہون۔ مین تم سے مرنے کے بعد اپنی تک ایک پیغام لے جانے کی درخواست کرتا ہون اُس سے کہنا۔ کہ آرڈن واپس آیا۔ اور اُس نے تمھین ایک رات بچون مین خوش و خرم دیکھا۔ اُسے یقین دلانا۔ کہ مرتے دم تک میری محبت مین فرق نہین آیا۔ مین جب تک زندہ رہا...... بہبودی کے لئے مصروف دعا رہا۔ اور مرتے وقت لبون پر تیرا نام تھا۔ مین جب مر جاؤن۔ تو بچون کو میری میت پر بھیجدینا۔ انہین اجازت دینا۔ کہ وہ اپنے مصیبت زدہ اور مسافر باپ کی نعش پر چند معصوم آنسو ٹپکائین۔ لیکن اپنی میری میت پر نہ آئے۔ مبادا میرے بے جان چہرہ کی یاد اُسکی زندگی کو تلخ کردے۔

یہ بالون کا گچھا اُسے دینا۔ اور کہنا۔ کہ مین اِس گچھے کو دوسری دنیا تک لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن چونکہ میرا وہ بچہ مجھسے پہلے چلا گیا ہے۔ اس لئے اس کی یادگار تمھارے لئے چھوڑ چلا ہون۔ اور خود اس سے جاکر ملا جاتا ہون۔

مالکہ اُٹھ کر کاروبار مین مصروف ہوگئی۔ آرڈن دیر تک گفتگو کرنے کی وجہ سے تھک کر سو گیا۔ چند ہی لمحے گذرے تھے کہ آرڈن جھٹکے سے بستر پر اُٹھ بیٹھا۔ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

"وہ جہاز آیا۔ جہاز۔ مین بچ گیا۔ مین بچ گیا"

اور ہمیشہ کے لئے خاموش

کہتے ہین۔ کہ اس قصبہ کے باشندون نے کبھی اتنا شاندار جنازہ اُٹھتے نہین دیکھا۔ اور آج تک ساحل کے پہلو مین ایسا "ہیرو" کبھی دفن نہین ہوا۔

برق بی اے

صحابیات جسمین عہد سعادت کی ۵۰ خواتین کے مستند حالات یکجا کردیئے گئے ہین اسکا مقدمہ مولانا نیاز نے خاص اپنی انشا مین اسقدر جوش و قوت کے ساتھ لکھا ہے کہ مسئلہ نسائیت کے بہت سے نکات اس سے حل ہوجاتے ہین۔ قیمت علاوہ محصول ...... عہ

گہوارۂ تمدن (دوسرا اڈیشن) مولانا نیاز کی وہ معرکتہ الآرا کتاب جسمین تاریخ اور اساطیر سے ثابت کیا گیا ہے کہ ارتقاء تمدن مین عورت نے کتنا زبردست حصہ لیا ہے اور دنیا کے تہذیب و شائستگی اسکی کسقدر ممنون ہے۔ اردو مین بالکل پہلی کتاب ہے۔ قیمت علاوہ محصول ...... عہ

مینیجر "نگار" لکھنؤ

قرآن کے لطائف ادبیہ

(بہ سلسلۂ سابق)

عربی معاشرت مین شاعر کا درجہ

"شاعری اور الہام" کا عقیدہ طبقات انسانی مین مشترک ہے، بالخصوص مشرق کی جن اقوام کی تاریخ شاعری موجود ہے، انکے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے، کہ ہر قوم قدیم زمانہ مین شعرا کے ساتھ الہامی خصوصیات کو بھی ضروری سمجھتی تھی۔ چنانچہ ہندوستان، عرب، فارس مین ہر جگہ یہ عقیدہ پایا جاتا تھا میکڈونلڈ نے پروفیسر گولڈزہر کے حوالہ سے اس مسئلہ پر ایک جامع بحث کی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"حقیقت شاعری اور شعرا کی شخصیت کے متعلق قدیم عربون کا رجحان اور عقیدہ کیا تھا؟ اسکا جواب پروفیسر گولڈزہر کی عالمانہ تحقیقات سے دیا جاسکتا ہے، جو اسکی تصنیف "لسان عربیہ" (Arabischen Philologie) مین شایع ہو چکی ہین، اس سوال کا جو جواب کتب عربیہ سے مستفاد ہوتا ہے وہ وہی ہے جو قدیم اقوام مین پایا جاتا ہے کہ شاعری ایک ساحرانہ بیان ہے، عالم باطن کا ایک الہام ہے، اور شاعر ایک ہی وقت مین ایک پیشینگو بھی ہے اور مصلح بھی ناصح بھی ہے، اور اعدا کے مقابلہ مین اعمال سحر کا ماہر بھی زبان عربی مین (متصوف) کے لئے عام اور قدیم اصطلاح "شاعر" ہے جسکے معنی ہین "وقوف رکھنے والے" کے معنی کے لحاظ سے یہ عبرانی لفظ "ایدیونی" سے ملتا ہوا ہے، لیکن عبرانی اصطلاح معجزانہ خیالات، اور الہیاتی دائرہ سے نکلکر "شاعرانہ بیان" کے معنی مین استعمال نہین ہوئی، عبرانی مین ایک اور لفظ "موشیل" ہے جسکے معنی ہین ایک خاص قسم کا شاعر جسکے بیان مین ہجو وغیرہ پایا جائے، اور جسکے الفاظ برے نتایج پیدا کرین بنی اسرائیل کی تاریخ مین "موشیل" کے علاوہ ایک اور لفظ بلعم نظر آتا ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو کسی وقت عرب مین شاعر کا تھا اسلئے سامی دنیا مین شاعر وہ تھا جس مین کاہنت اور نبی کی خصوصیات ایک مرکز پر جمع ہو جائین "بلعم" کے متعلق بظاہر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اسے عالم غیب سے کوئی علاقہ ہے، اور علاقہ بھی وہ جو "مابعد الطبیعیات" سے واسطہ رکھتا ہے۔

اہل عرب کا یقین تھا کہ انکا شاعر "جنات" کی دنیا سے رسم و راہ رکھتا ہے، قدیم عربون مین جنات کی وہی حیثیت تھی، جو علم الاصنام مین دیو پری وغیرہ کی جنات کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ وہ معمولی قسم کے دیوتا ہین اور انہین اسلام نے بھی ایک جداگانہ مخلوق تسلیم کیا ہے، چنانچہ اسلامی عقیدہ کی بنا پر جنات مین بعض مسلمان ہین، بعض کافر، بعض ارباب شر و فتنہ،

" ایک عربی شاعر کو جنات کے ساتھ کیا تعلق تھا، اسکی ایک نظیر حسان ابن ثابت کی زندگی مین پائی جاتی ہے جو رسول اللہ کے ایک باریاب صحابی، اور مدح سرا شاعر تھے، رسول اللہ عموماً شاعری کے مخالف تھے اور اکثر شعرا آپکے خلاف تھے، لیکن حسان ابن ثابت نے ایک خاص قسم کی شاعری سے آپکی حمایت کی، اور خصوصیت کے ساتھ شعرائے کفار کی ہجویہ شاعری اور لعن طعن کا جواب دیا۔ ان کے شاعر بننے کا قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعثت اسلام سے قبل جبکہ وہ ابھی بچہ تھے اور ہنوز کوئی شعر نہ کہا تھا، ایک جنیہ کی بدولت شعر و سخن کا میلان ہو گیا، وہ ان سے مدینہ کی گلی مین ملی اور لپٹ کر انہین دبایا اور مجبور کیا کہ وہ تین اشعار کہین، اسکے بعد سے وہ شاعر ہو گئے، اور دوسرے عربی شعرا کی طرح "جن" کی بدولت انہین اشعار کا الہام ہونے لگا وہ خود فرماتے ہین کہ کس طرح "جنات" انکی انشا کے لئے الفاظ فراہم کرتے ہین اور وہ خود معترف ہین کہ شب کیوقت کیسے وزنی الفاظ انپر نازل ہوئے، یہان ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ اصطلاحات جو انہون نے استعمال کیے ہین یا وہی ہین جو نزول وحی کے متعلق استعمال ہوتے ہین روایات سے یہی پتہ چلتا ہے، کہ رسول اللہ مسجد مین انکے لئے ایک ممبر قایم کرتے تھے اور اظہار انبساط کے طور پر آپ نزدیک کھڑے رہتے، اور حسان یہین سے اعدائے اسلام کے خلاف اشعار پڑھا کرتے یہ ان چند مواقع مین سے ایک موقع تھا جبکہ رسول اللہ شاعری کے موافق نظر آتے ہین چنانچہ آپکی مشہور حدیث ہے کہ " اللہ تعالیٰ روح القدس سے حسان کی مدد کرتا ہے، جب تک وہ پیغمبر خدا کی حمایت اور مدح کا فخر رکھتے ہین " لیکن یہان " روح القدس " سے مسیحیت کے عقیدۂ تثلیث کا جزو ثالث مراد نہین

حسان کی ابتدائی شاعری اور رسول اللہ کے آغاز نبوت کے متعلق جو واقعات بیان کئے جاتے ہین ان مین ایک ہی اصطلاحات موجود ہین اور یہ دوسرا غور طلب نظریہ ہے جس طرح حسان کو ایک نسوانی روح نے دبوچا اور ان سے اشعار کہلائے، اسی طرح ابتدائے وحی مین پہلے پہل جبرئیل نے آنحضرت سے آیتین پڑھوائین اس کے علاوہ جس طرح جبرئیل آنحضرت صلعم کے " قرین " کہلاتے ہین اسی طرح ایک جن ایک شاعر کا قرین ہوتا ہے، اور وہی لفظ " نفث " دونون کے لئے استعمال ہوا ہے یہ محمدؐ کے ابتدائی زمانہ کا کابوس تھا اور اسوقت آپکا رجحان بالکل شعر و شاعری کی طرف تھا، یقیناً آپ قدیم عربی طرز کے ایک شاعر تھے، جنھین ہر چند نظم نگاری کے قواعد و اصول کا علم نہ تھا لیکن شاعری کے لہانہ طرق سے خاص شغف رکھتے تھے

مجھے یہان ان تفصیلات سے بحث نہین جو شعرا اور انکے سروش غیبی کی ملاقات کے متعلق بیان کیجاتی ہین کہ " کس طرح ایک شاعر جب تک سکا ہاتف غیبی مکان کے ایک گوشہ سے آکر اسے نہ پکارے بے یار و مددگار پڑا رہتا ہے " " کس طرح شاعر حالت یاس مین اپنے اونٹ پر ریگستان کا رستہ لیتا ہے، اور ایک مقام پر آکر پکارتا ہے " آؤ اپنے بھائی کی مدد کرو، اپنے بھائی کی مدد کرو " اور کس طرح جلد تر مدد پہونچتی ہے۔ " شاعر کس طرح زمین پر

لیٹ جاتا ہے، اور جبتک ایک سو سترہ اشعار نہین کہہ لیتا اپنی جگہ سے نہین ہٹتا" اس قسم کی اور بھی بہت سی حکایات ہین جو بطور تفریح بیان کیجاتی ہین۔

عرب کے شعرا اور بنی اسرائیل کے پیغمبر کے درمیان جو مشترک خصایص پائے جاتے ہین انکا مطالعہ کرنیکے بعد نتیجہ نکالا جاسکتا ہے، کہ عربون کے معاشرتی اور سیاسی معاملات مین شاعر کا درجہ کیا تھا؟ کس طرح بنی اسرائیل موسی کی وساطت سے یہوی کے حکم کے مطابق اپنا خیمہ قایم کرتے اور پھر اکھاڑ لیتے تھے اور یہ حضرت موسیٰ کی وساطت سے کس طرح ان کی خانہ بدوش زندگی کے قیام و سفر کے صحیح اوقات اور مقامات کے لئے یہوی کی رہنمائی ہوتی، قدیم قبایل عرب مین شعرا کا بھی یہی حال تھا، چنانچہ زہیر ابن جناب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے:۔

"جب زہیر کہتا ہے، اے اہل قبیلہ سفر کرو، تو وہ سفر کرتے ہین اور جب کہتا ہے، کہ قیام کرو تو وہ قیام کرتے ہین"

ایک شاعر کس طرح مذہبی رنگ مین اپنے قبیلہ کی رہنمائی کرتا مفصلہ ذیل واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔

آغانی (جلد ۱۹) کے حوالہ سے میکڈونلڈ نے اہل عرب کے ایک قاید کے وہ معاشرانہ اصول نقل کئے ہین، جو وہ اپنے قبیلہ کے مختلف طبقات کے لئے پیش کرتا تھا، بنی ازد کا ایک قاید کھڑا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے۔

جسکے پاس دودھ اور پانی کی شکین مضبوط ہون، اسے مویشی کے گلہ سے نکلکر "الشامن سن" چلا جانا چاہئے اور یہان صنعا کے بنی ازد آباد ہین، جو غربت و افلاس مین مبتلا ہو اسے بطن مر مین چلا جانا چاہئے، جہان بنی خزاعہ رہتے ہین، اور تم مین جو شراب و کباب، حکومت و سلطنت، حریر و پرنیان چاہتے ہین انہین بصرہ اور اور الحضیر مین چلا جانا چاہئے، جو سرزمین شام مین ہے اور جو وہان آباد ہین، آل غسان کہلاتے ہین، اور تم مین جنکے مقاصد بعید ہون، اور انکے پاس مضبوط اونٹ اور اچھا سامان ہو، انہین عمان کے "قصر جدید" مین چلا جانا چاہئے، اور جو وہان آباد ہین، بنی ازد عمان کہلاتے ہین، اور جو لوگ چاہتے ہین کہ چیزین مٹی اور غبار سے پیدا ہون، انہین یثرب مین جانا چاہئے، جو کھجور کے درختون سے مالامال ہے، اور جو یہان رہتے ہین "اوس" اور "خزرج" کہلاتے ہین"

یہ تمام معاشرانہ نظریات مسجع عبارت مین ہین جو کاہنون کے مکالمہ کے لئے مخصوص تھی

اسی لہجہ مین سودا بنت زہرہ کے وہ مقالات پائے جاتے ہین جو اسنے اپنے قبیلہ کے آیندہ ڈرانیوالے کے متعلق کہے تھے یہ قبیلہ قریش کی ایک کاہنہ تھی، اسنے اپنے قبیلہ سے کہا، کہ تم اپنی لڑکیان لاؤ، انہین ایک ڈرانیوالی عورت ہوگی، اور اس سے ایک "ڈرانیوالا مرد" پیدا ہوگا، جب وہ لڑکیان کاہنہ کے پاس لائی گئین تو اسنے ہر ایک کے بارہ مین کچھ نہ کچھ بیان کیا، جب بی بی آمنہ (آن حضرت کی والدہ) کی باری آئی تو کاہنہ نے بتایا کہ یہ وہی ڈرانیوالی

عورت ہے"۔ (ضمیری)

ایک شاعر جو اس قسم کی باتین کہتا ہے، اپنے قبیلہ کا "قاید" کہلاتا ہے،

اسکے بعد میکڈونلڈ ایک عربی شاعر کا کلام دیکر رائے زنی کرتا ہے، کہ اسکا لہجہ کہانت کے لہجہ سے ملتا ہوا ہے،

"بنو عامر کے مقابلہ مین مت جاؤ، مین انہین خوب جانتا ہون، مین ان سے لڑا ہون اور وہ مجھ سے لڑے ہین، مین ان پر غالب آیا ہون اور وہ مجھ پر غالب آئے ہین، مینے بنو عامر کی طرح کسی قبیلہ کو منزل مین زیادہ بےچین نہین دیکھا، اللہ کی قسم مجھے انکے اندر سراپا شجاعت کی خوبی نظر آتی ہے، وہ اپنے مقام پر مضطرب ہونے کے لئے پڑے نہین رہین گے، بلکہ تم پر ضرور آئینگے، اللہ کی قسم اگر تم آجکی رات سوئے تو تمھین یہ پتہ نہین چلے گا کہ کب انہون نے حملہ کیا"،

ڈاکٹر گولڈزیہر نے جہالت عرب کی تاریخ سے کوئی ایسی نظیر نہین پیش کی جس مین ایک شاعر "اشموئیل" کی طرح بہ حیثیت قاضی نظر آتا ہو لیکن یہ یقیناً ہمارے نقص ماخذ کا نتیجہ ہے، یہ ایک پُرمعنی بات ہے، کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین اخطل ایک مسیحی شاعر ہونیکے باوجود اپنے قبیلہ کی مسجد مین ایک قاضی کی حیثیت سے بیٹھا ہوا نظر آتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ قبل از اسلام قدیم رواج کی یادگار ہوگی، جس مین شاعر کو ایک مذہبی اختیار اور شکوہ حاصل تھا، اسلئے ہملوگ یہ خیال نہین کرسکتے، کہ محاسن افکار، بدیعہ انشاء قدرت کلام یا قبیلہ کی اخلاقی اور سیاسی اصلاحات کے متعلق گہرے مطالعہ اور تدبر حکومت کے صلہ مین شعرا کو یہ مخصوص منزلت حاصل تھی، بلکہ اس کی کاوش فکر کو الہام سے تعبیر کیا جاتا جب وہ جنگ یا حملہ کے موقعہ پر اپنے قبیلہ کے سامنے اشعار پڑھتا تو اسکی نوعیت ایسی ہوتی، جیسے کوئی روح اسکے اندر حلول کرگئی ہے، جب وہ مجلس شوری مین بیٹھتا، اور اچانک اٹھکر اپنے پرجوش الفاظ، اور رنگین لہجہ مین اپنا فیصلہ سناتا تو لوگ اسے ایک دیوتا کا بیان تصور کرتے وقتاً فوقتاً ریگستان کی صامت فضا مین اسپر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی اور جب وہ ہوش مین آتا تو اسکے منہ سے عجیب وغریب الفاظ نکلتے، الغرض ریگستان کے خموش، اور سنسان مقامات مین اور پہاڑون کی تیرہ وتار رہگزر مین اگر کوئی ذات "جن" کو دیکھتی، یا اسکی باتین سنتی، تو وہ شاعر کی ذات تھی۔ ان واقعات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچگئی کہ عرب قوم یقین رکھتی تھی کہ اسکے شعرا عالم غیب سے مستفیض ہوتے ہین اور وہ انکو کاہن دینی کی طرح سمجھتے تھے

عرب مصنفین بیشک شاعر کاہن اور عراف مین امتیاز کرتے ہین۔ عراف بھی کاہنون کی ایک قسم ہے، لیکن شاعر اور کاہن سے اسکا درجہ بہت کم ہے تینون جماعتون کے متعلق بیان کیا جاتا تھا کہ عالم بالا سے رہنمائی حاصل کرتے ہین، عراف بھی کاہن ہی کی طرح اشیائے مسروقہ اور گمشدہ مویشیون کا پتہ بتاتے تھے اور لوگ اس سے ایک طبیب کی طرح بھی مشورہ بھی کرتے۔ کاہن کا کام یہ تھا کہ وہ مستقبل کی پیشینگوئی کرے، اور اشیائے مخفیہ کا پتہ بتائے،

اکثر وہ ایک خاص معبد مین مقیم رہتا، لفظ "کاہن" ٹھیک عبرانی لفظ (Kohen) کی طرح ہے، جسکے معنی "مذہبی عالم" کے ہین، اور وہین لوگ اس سے مشورہ کرتے "شاعر" ان قیود سے آزاد تھا، وہ اپنی قوم کا مشیر ہوتا تھا، اور اسکا مشورہ جنات کی وساطت سے ہوتا تھا، وہ ایک انسان، تھا، ایک آزاد مجاہد تھا اور اسکے لئے کسی خاص معبد یا خانقاہ کی گوشہ نشینی لازم نہ تھی، اسکا الہام صرف روح عقل، اور لطافت ادراک ہی تک محدود نہ ہوتا، بلکہ اس کی آتش بیانی بھی الہامی چیز سمجھی جاتی تھی۔ یہ اعتقاد بعثت اسلام کے بعد بھی بہت دنون تک قایم رہا ایک مشرقی شاعر اب بھی اس تخیل سے آزاد نہین ہو سکتا، کہ اسکا کلام بالکل ملہمانہ ہوتا ہے جسے کسی طرح کاوش ذہن، اور جدت خیال کا نتیجہ نہین کہہ سکتے، اگر وہ ایک مذہبی آدمی ہے تو اسے سروش غیب اور ہاتف کی صدائین سنائی دیتی ہین، یا حضرت "خضر" سے ملاقات ہوتی ہے[۵] جو مسلمانون کے علم الادہام والاصنام کے ایک نہایت ہی عجیب وغریب ہستی ہین، جنھین موت نہین آتی اور جنکا کام یہ ہے کہ کرۂ ارض پر پھر پھر کر مخلوق کی مدد کرین، انہین راہ دکھائین، اور مشورہ دین، ساتوین صدی ہجری مین...... ایک حنبلی عالم کا یہ خیال تھا کہ قرآن غیر مخلوق ہے، اور وہ اسکے ثبوت مین یہ دلیل پیش کرتا تھا، کہ اگر ایسا عقیدہ نہ رکھا جائے تو اس مین اور ایک شاعر کے الہام شعر وسخن مین مابہ الامتیاز کیا رہجاتا ہے

اسلام مین جن اور شیاطین کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہین پایا جاتا، ہملوگ یقینی طور پر نہین کہہ سکتے کہ لفظ شیطان سے ایک عرب مصنف کا مقصد صرف کسی ذات کے "خبث روحانی" کا اظہار ہوتا ہے، (جو مسیحیت اور یہودیت سے لیا گیا ہے) یا طبقۂ جن کا ایک شریر فرد مراد ہوتا ہے۔

قدیم زمانہ مین عربون کا دستور تھا کہ جنگ و جدل کے دن قبیلہ کا ایک شاعر آگے بڑھکر مخالفین کے سامنے ہجویہ اور طعن آمیز اشعار پڑھتا، اس سے صرف اپنے قبیلہ کی ہمت افزائی اور اعدا کو مضطرب اور شرمگین کرنا مقصود نہ تھا بلکہ یہ اس اعتقاد کی بنا پر تھا کہ شاعر کے الفاظ مین ایک جادو ہوتا ہے، اور اس ہجو و لعن طعن کے نمونے ہمین بڑے بڑے شعرائے عرب کے دواوین مین نظر آتے ہین

اسی طرح یہودیون کے درمیان مین گولیتھ کا نام پایا جاتا ہے، جو بنی اسرائیل کے لشکر سے تمسخر اور تضحیک کیا کرتا اس کی بنیاد صرف اس عقیدہ پر ہے، کہ شعرا کے جسم مین روح حلول کر جاتی ہے، اور انکی تمام شاعرانہ نکتہ آفرینیان اسی کے ہنگامۂ عمل کا نتیجہ ہے یعنی شاعر صرف ایک واسطہ ہے جسکے ذریعہ سے "عالم غیب" اپنی کرشمہ آرائیان دکھاتا ہے

"عربی شاعر" کے متعلق میکڈونلڈ کے خیالات پر تنقیدی نظر

میکڈونلڈ نے قدیم عربونکی اس ذہنیت پر بحث کرتے ہوئے کہ "شاعری کسی جن کا الہام ہے" عالمانہ تحقیق کا

---

۵ چنانچہ تاریخ فرشتہ مین حضرت خسرو دہلوی کے بیان مین یہ واقعہ پایا جاتا ہے کہ انہون نے بھی حضرت خضر سے ملاقات کی اور لعاب دہن مانگا تاکہ شاعری مین استاد ہو جائے "صحبت خواجہ خضر دریافتہ التماس نمودہ بود حضرت خواجہ خضر گفت این دولت نصیب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی گشتہ" ع۔م

کافی ثبوت دیا ہے اور اس مین کلام نہین کہ عربون کا یہ قدیم عقیدہ انکی زبان اور محاورہ میں ایک ضرب المثل بن گیا ہے، چنانچہ عہد اسلام کا ایک شاعر موسی بن جابر کہتا ہے

علامہ فیض الحسن سہارنپوری "شرح فیضی" مین لکھتے ہین

العرب تزعم ان لکل شاعر جنا یلقی الیہ شعرہ وعلیہ قولہ تعالی وما تنزلت بہ الشیاطین وانہ لقول رسول کریم معناہ ان ھذا القول القاہ جبرئیل علیہ السلام الی الرسول وما تنزلت بہ الشیاطین کما تنزلت شعرا فما کان یعجز احدھم عن الشعر لقولون "لفرت منہ جنتہ" ثم شاع استعمالہ فی کل من ضعف طاقتہ،

عربون کا گمان تھا کہ ہر شاعر کیساتھ ایک "جن" ہوتا ہے جو شعار کا الہام کرتا ہے، اسی پر قرآن مجید کے اندر خدا تعالی (سورہ شعرا مین) فرماتا ہے "وما تنزلت بہ الشیاطین وانہ لقول رسول کریم" مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بیان فرماتے ہین اسکے لانیوالے جبرئیل ہین، شیاطین نہین جو شعر کا الہام کرتے ہین اور جب کوئی شخص شعر کہنے سے عاجز ہو جاتا، تو کہتے کہ اسکا "جن" اس سے پھر گیا اسکے بعد اسکا استعمال ہر اس شخص پر ہونے لگا جس کی طاقت گھٹ جاے

الغرض "نفرت جنی" کے عربی محاورہ سے قدیم عربون کے تخیل پر ایک گہری روشنی پڑتی ہے جس پر میکڈونلڈ نے اپنے محققانہ مضمون مین ایک مبسوط بحث کی ہے، اس مین شک نہین کہ عہد اسلام کا ایک شاعر (موسی بن جابر) بھی...... یہ فقرہ استعمال کرتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اسنے قدیم معنی مین استعمال نہین کیا ہے، بلکہ اس عام معنی (ضعف و بیچارگی) مین جسمین متاخرین عرب استعمال کرنے لگے تھے، یہ عقیدہ کہ شاعری نتیجہ ہے، جنات کے القاو الہام کا عہد نبوت مین رد کر دیا گیا، اور اسکی بجائے حضرت حسان کے لئے نبی صلعم نے "الھم ایدہ بروح القدس" کہکر دعا کی، اسکے بعد تمام شعرائے اسلام اپنی شاعری کو القائے جن کی بجائے الہام اور تائید روح القدس سے تعبیر کرنے لگے،

میکڈونلڈ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حسان ابن ثابت قدیم شعرائے عرب کے لہجہ مین اپنے افکار شاعرانہ کو "وحی" سے تعبیر کرتے ہین، اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن کو "وحی" اور منزل من اللہ بتاتے ہین، تو گویا اس صورت مین آن حضرت قدیم عربی طرز کے ایک شاعر ہین یہان البتہ مجھے مستشرق موصوف کی محدود علمی واقفیت پر افسوس آتا ہے، تعجب ہے کہ انھون نے لفظ "وحی" کے مختلف معانی پر غور نہین کیا، حالانکہ خود قرآن مجید مین "وحی" مختلف معانی مین استعمال ہوا ہے، سورۂ نحل مین شہد کی مکھی کیساتھ اسکی نسبت دیگئی ہے "فاوحی ربک الی النحل" سورۃ طہ مین حضرت موسی کی والدہ کے متعلق "اذ اوحینا الی امک ما یوحی" کہا گیا ہے، حالانکہ شہد کی مکھی اور "ام موسی" کو تو ابلیس نبوت سے کوئی سروکار نہین، اس سے بھی بڑھکر سورہ انعام مین ہے۔

یہان تو شیطانی اغوا، اور طینت خبیثہ کے لئے لفظ "وحی" آیا ہے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اسی معنی مین ہے، جو انبیا کے لئے مخصوص ہے، شاعر، ادیب، صناع، مغنی اپنے کمالات انفرادی کے باعث ملہم کہے جا سکتے ہین، لیکن اس معنی مین انہین حامل وحی نہین کہا جا سکتا، جس معنی مین سرور کائنات کو کہا جاتا ہے، اور خود "الہام" اور "وحی" کا یہ امتیاز علامہ موصوف نے لکھا ہے، جسکے متعلق "تصوف اسلام" مین ایک ضمنی بحث کر چکا ہون، اس سلسلہ مین علامہ موصوف نے اس حدیث سے بھی غلط طور پر استدلال کیا ہے، جس مین آن حضرت نے حضرت حسان کے متعلق "ایدہ بروح القدس" کہا ہے، یہان میکڈونلڈ کو غلط فہمی ہوئی، یہ تو ایک ضعیف استدلال ہے، شاید انکی نظر اس حدیث تک نہین پہونچی جس مین خواب کو "جزء من تسع و اربعین جزء من النبوۃ" کہا گیا ہے، اس مین عام لوگون کی طرف بھی نبوت کا تعلق پیدا کر دیا گیا ہے، حالانکہ "نبوت" اور "مدارج نبوت" کا امتیاز انہون نے نہین سمجھا، تائید روح القدس، رویائے صالحہ، کشف و الہام "مدارج نبوت" ہین "کمال نبوت" نہین اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کے لئے نفس قدسیہ کے ایک بلند نشیمن پر پہونچنے کی دعا کی، نہ یہان نبوت کا کوئی سوال ہے، اور نہ مماثلت نبوت قایم کرنیکی کوئی وجہ[1]

جنات اور شیاطین کے متعلق اسلام کا معیار بہت صاف ہے، قرآن مجید مین نفس کے خبیث اثرات کو بھی شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک ذات[2] خاص بھی متعین کی گئی ہے، جو نفس کے اندر خبث و شر پیدا کر دیتی ہے، چنانچہ آیت "لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ شیطان انسان کے نفس مین حلول کرکے فتنہ و شر پیدا کر دیتا ہے[3]، یہ خیال اس حدیث سے اور راسخ ہو جاتا ہے، جس مین یہ واقعہ ہے کہ آن حضرت نے بی بی صفیہ سے تاریکی شب مین مسجد نبوی کے نزدیک باتین کرتے وقت دو صحابیون کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ "ہی صفیۃ" انہون نے کہا یا رسول اللہ خدا نخواستہ ہم لوگ آپکے متعلق کسی بدگمانی کا ارتکاب کر سکتے ہین؟ آپنے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح رگون مین دوڑتا ہے،

جنات، شیاطین، غول، وغیرہ کے متعلق میرا ایک بسیط مضمون رسالہ "جن" مین شایع ہونے والا ہے،

---

[1] آپ علی الرغم مکڈانلڈ "الہامات شعری" اور "الہامات نبوت" مین امتیاز پیدا کرنا چاہتے ہین، لیکن آپ اس کے لئے کوئی دلیل پیش نہین کرتے۔ قطع نظر اس سے کہ مکڈانلڈ کا استنباط صحیح ہے یا غلط، یہ مسئلہ بجائے خود بحث طلب رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ کو ایک کامل شاعر سے (جہانتک صرف قرآن کا تعلق ہے) کیونکر علیحدہ کر سکتے ہین۔ ممکن ہے آپ آیندہ اس مسئلہ کو صاف کرین (نگار)۔

[2] قرآن سے کہین یہ ثابت نہین ہوتا کہ شیطان کوئی مخصوص ہستی ہے جو انسان کے اندر حلول کر جاتی ہے۔ (نگار)

[3] اس آیت سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر نبی کے دشمن ہو جاتے ہین جو متمدن و غیر متمدن دونون طبقون سے متعلق ہوتے ہین، حلول کا مفہوم کس لفظ سے پیدا کیا گیا (نگار)

جس مین علمائے مغرب کے اسانید، صنمیات کی روایتون، اور مشرقی فلاسفہ و محققین کے نظریات سے اس مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسلئے یہان اس کی تفصیل کی ضرورت نہین،

عربی شاعری کی خصوصیات اور فارسی شاعری سے موازنہ

بعثت اسلام سے قبل عربون کی سیاسیات کسی ایک نظام کے ماتحت نہ تھی، بلکہ تمام آبادی مختلف قبایل مین منقسم تھی، اور ان مین ایک قومی اور ملکی، ہم آہنگی کے بجائے صرف ایک تنگ نظرانہ ہمدردی ایک قبایلی عصبیت اور نسلی فخر و مباہات پائی جاتی تھی اس لئے عہد جہالت کی شاعری مین یہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہین، البتہ جب افکار قرآنی نے تمدن عرب پر اثر ڈالنا شروع کیا تو یہ رکیک جذبات مٹتے گئے، چنانچہ شعرائے مخضرمی و اسلامی کے کلام سے یہ تدریجی تغیر ظاہر ہوتا ہے۔

شعرائے عرب کی دوسری خصوصیت انکی سادگی بیان، اور بیساختگی بیان ہے، وہ واقعات روزمرہ کو نہایت خوبی سے ادا کرتے ہین نہ اس مین فارسیون کی طرح غلو پایا جاتا ہے، نہ صرف خیالات کا غلو اسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ قدرت نے انہین ایسے طبعی ماحول کے اندر پیدا کیا تھا، کہ انہین تصور کی دوراز کار جدت طرازیون، اور تخئیل کی بیجا تاویلات کا موقعہ ہی نہ تھا، انکے سامنے وسیع ریگزار تھا، پہاڑ اور ٹیلے تھے، اونٹ گھوڑے، غزال، وغیرہ قدرتی طور پر اس خطہ ارضی کے خاص پیداوار تھے سیدھے سادے فلکی مناظر پر انہین غور کرنے کا موقعہ ملا، انکی شاعرانہ تشبیہات، اور عشقیہ استعارے جیساکہ جیمس کا نفسیاتی نظریہ ہے، ماحول سے اثر پذیر ہوئے۔ اسکے برخلاف فارسی شعراکو سیاسیات اور طبعی ماحول کے اعتبار سے فکر و احساس مین ترقی دینے کے بہت ذرایع حاصل تھے، انکے سامنے اکاسرہ اور قیاصرہ کا جاہ و جلال تھا، انکے نظام تمدن مین وسعت تھی انہین غیر قومون سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ تھا انکے سامنے قدرتی مناظر زیادہ دلکش تھے، اسلئے فارسی اور عربی تخئیل مین بُعد عظیم ہونا چاہئے۔

رسل و بیٹس کے نظریہ کے مطابق فارسیون کے علمی اور تمدنی ترقی کیساتھ ظاہر اور باطن کا تضاد ایک لازمی امر تھا، اسکے برخلاف عربون کے اندر جذبات و احساسات کو مخفی رکھکر منافقانہ طرز عمل پیدا کرنا ناممکن تھا، انکی عشقیہ شاعری والہانہ تھی اور تصور کی آورد، اور تخئیل کی آلایش سے پاک تھی، انکی محبت عفیف کا تقاضا تھا کہ وہ صرف حق و صداقت کے کلمات کہین۔

عشقیہ شاعری

ابو تمام نے حماسہ کے اندر شعرائے اسلام کے بھی کلام درج کئے ہین، لیکن معلقات سبعہ تمام و کمال عرب کے دور جہالت کی یادگار ہے، اسمین شک نہین عرب کی عشقیہ شاعری کے اعتبار سے حماسہ ایک نامکمل چیز ہے اور معلقات سبعہ سے قدیم عربون کے افسانہائے عشق و محبت پر ایک ایسی روشنی پڑتی ہے، جسکا اندازہ صرف حماسہ کے مطالعہ سے نہین ہوسکتا یہ صحیح ہے، کہ معلقات کے اندر بھی وہی روح شاعری کارفرما ہے جسکی نظیرین ابو تمام نے

شرح و بسط کے ساتھ حماسہ مین جمع کردی ہین،

ڈاکٹر ٹسڈل نے «ماخذ قرآن» مین معلقات سبعہ کی تدوین کے متعلق ابو جعفر محمد بن اسمعیل النحاس کی مفصلہ ذیل روایت نقل کی ہے،

واختلفوا فی جامع هذا القصائد السبع وقيل ان العرب كان اكثرها يجتمع بعكاظ ويتناشدون الشعر فاذا استحسن الملك قصيدة قال علقوها واثبتوها فی خزائنی فاما قول من قال علقت فی الكعبة فلا يعرفه احد من الرواة واصح ما قيل فی هذا ان حماد الراوية لما رای زهد الناس فی الشعر جمع هذه السبع وحضهم عليها و قال لهم هذه هی المشهورات فسميت القصائد المشهور لهذا

ان قصاید سبعہ کے جمع و تدوین کے متعلق لوگونکا اختلاف ہے ایک قول تو یہ ہے، کہ اکثر اہل عرب عکاظ (ایک مقام کا نام ہے، جہان عرب ایام جہالت مین یونانیون کے Olympia کی طرح میلہ لگایا کرتے تھے۔ آن حضرت کے زمانہ مین بھی یہ میلہ لگتا تھا، اور بخاری مین بسلسلہ واقعہ جن مروی ہے کہ آن حضرت وہان تشریف لیگئے) مین مشاعرہ کرتے تھے، اور جب بادشاہ کو کوئی قصیدہ پسند آتا تو وہ اسے آویزان کرنے کا حکم دیتا اور اپنے خزانہ مین رکھ لیتا، اور یہ روایت کہ یہ خانہ کعبہ مین آویزان ہوتے تھے، ہمنے کسی ---- راوی سے نہین سنی اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ حماد الراویہ نے جب لوگون مین شعر و شاعری کا شغف دیکھا تو انکی دعوت نشاط کے لئے یہ سات قصاید مرتب کئے، اور کہا کہ یہی «مشہورات» ہین اسی سبب سے پھر اسکا نام «قصاید المشہور» پڑ گیا،

معلقات کے اندر سات قصاید ہین جنکے مصنفین علی الترتیب حسب ذیل ہین۔

امرؤ القیس، عمرو بن عبد، ملقب بہ طرفہ، زہیر بن ابی سلمی، لبید ابن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، عنترہ بن معاویہ بن شداد حارث بن حلزہ۔

انہین بہ استثنائے لبید ابن ربیعہ، تمام «شعرائے جاہلی» کے نام سے موسوم ہین، کیونکہ ان لوگون نے اسلام کا زمانہ نہین پایا لبید نے ایکسو ستاون سال کی عمر پائی، اسلئے مشرف بہ اسلام ہوئے، اور سلکھ ہجری مین وفات کی، بخاری اور مسلم نے لبید کے اس مصرعہ الا کل شیٍٔ ما خلا اللہ باطل کے متعلق حدیثین روایت کی ہین، جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصدق کلمۃ قالھا شاعر کلمۃ لبید، یعنی کسی شاعر کا سچا سے سچا کلام ہو سکتا ہے، تو وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے، معلقات کے تمام مصنفین نے اپنے قصیدہ مین اپنی لذت عشقیہ کا اظہار کیا ہے، اور جیسا کہ باڈوٹن نے تصریح نفسیات» مین «قانون تجدید» Sublimation کے ماتحت، اور فاسٹر اسکاٹ نے «شعور جنسی» مین یہ ضاحت بحثین کی ہین، مین کہہ سکتا ہون کہ عہد جہالت کے یہ قصاید سبعہ ذوق عشقیہ کی پیداوار ہین، چنانچہ امرؤ القیس کی

معشوقہ عنیزہ تھی، اور کچھ اس درجہ لبریز جذبات ہوکر امرؤالقیس نے اسکا تذکرہ کیا ہے کہ بے اختیارانہ شاعر کے جوش فکر کی داد دینی پڑتی ہے، اس مین شک نہین اسکی عاشقانہ زندگی رندانہ حیثیت رکھتی ہے، جس مین محبت عفیف کی تلاش بالکل فضول چیز ہے، وہ ایک "رند شاہد باز" تھا، وہ عہد شباب کو معصیت کوشیون کی نذر کرچکا تھا، وہ حسن نسائی کا دلدادہ تھا، اور اسکی عشق مزاجی کے لئے کوئی خاص مرکز نہ تھا وہ عنیزہ کو مخاطب کرکے صاف صاف الفاظ مین اُسکے وصل کا طالب ہوتا ہے، اور اپنی دوسری محبوب عورتون (ام باب اور ام حویرث) کا تذکرہ کرتا ہے، وہ بہ یکوقت "دار جلجل" کی نہایت شہوت پرستانہ ساعت کی بھی یاد کرتا ہے[۵] اور دوسرے وقت "مصوت لقودی راسھا فتما یلیت" (مینے اسکا گیسو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ مایل ہوگئی) بھی کہہ بیٹھتا ہے۔ ابو نواس (اسلامی شاعر) عرب مین امرؤالقیس کا مقابل قرار دیا جاتا ہے میرے خیال مین رندانہ عشق بازی کے لئے فارسی شعرا مین حافظ کو امرؤالقیس سے ایک خاص مماثلت ہے اگو دنیا تاویل کرکے، "می نوشی" کی طرح حافظ صاحب کی "شاہد پرستی" پر بھی مجاز کا پردہ ڈال دینا پسند کرتی ہے۔ امرؤالقیس کی عشقیہ جادو بیانی انشا، اور تخئیل کے اعتبار سے تو یقیناً معلقات کے بقیہ مصنفین سے بڑھی ہوئی ہے لیکن جہانتک محبت عفیف، اور صفائے باطن کا تعلق ہے، وہ سراپا فسق و فجور ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ جس انداز مین طرفہ نے خولہ، زہیر نے ام اوفی، لبید نے نوار، عمرو بن کلثوم نے ام عمرو، عنترہ نے عبلہ، اور حارث نے اسماء کیلئے عشقیہ جذبات کا اظہار کیا ہے، ان سے امرؤالقیس کا کلام بالکل معرا ہے، امرؤالقیس کے شوق طلب مین شہوت پرستی کارفرما نظر آتی ہے، اور بقیہ شعرا کے شکوہ ہجران مین ایک خاص کیف افزا گداز ہے

معلقات مین شروع سے آخرتک ایک ہی روح شاعری، ایک ہی خیال، اور ایک ہی اسلوب بیان پایا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ بقیہ چھ قصاید پہلے قصیدہ کے مطالعہ کا نتیجہ ہین، تمام قصاید کے اندر شاعر نے تشبیب سے ابتدا کی ہے اور اُسکے بعد وحوش صحرائی کے محاسن جسمی اور خصوصیات شمایل کا نقشہ کھینچا ہے، سب نے (باستثنائے طرفہ) دیار محبوبہ کے ٹوٹے پھوٹے مساکن، اور حسرت و درد پیدا کرنے والے مناظر پر کچھ اس والہانہ انداز مین روشنی ڈالی ہے کہ پڑھکر جی بے چین ہوجاتا ہے اور ایسا معلوم ہونے لگتا ہے، کہ نفس کی تمام کثافتین دور ہو گئی ہین اور انسان ایک معصومانہ محبت پر نہایت سکون

[۵] "دار جلجل" ایک مقام کا نام ہے۔ امرؤالقیس عنیزہ کا شیفتہ تھا، لیکن اسکی نگاہ شوق ہمیشہ وصل محبوب کو ترستی رہتی تھی، ایکدن عنیزہ کا قبیلہ اس مقام سے کوچ کر رہا تھا جہان عارضی طور پر سکونت اختیار کرلی گئی تھی، عنیزہ اپنی سہیلیون کے ساتھ دار جلجل مین گئی امرؤالقیس کو خبر ہوئی وہ پہلے ہی سے وہان آکر چھپ گیا، عورتین آئین اور اپنے کپڑے اتار کر غسل کرنے لگین امرؤالقیس کمینگاہ سے باہر آیا اور انکے کپڑے لے لئے، عرب کے رسم قدیم کے مطابق عورتین عریان نہا رہی تھین، اب وہ پانی سے نکلین تو کیسے نکلین، ادہر امرؤالقیس نے کہا تم لوگ برہنہ جسم ہی اگر مجھ سے کپڑے لے لو، چنانچہ سبھون نے ایسا ہی کیا اور وہ اپنی معصیت کوش آنکھین اس شرمناک منظر سے آلودہ کرتا رہا، عنیزہ سطح آب سے نہین نکلتی تھی، ناچار اسے بھی برہنہ آنا پڑا، اور امرؤالقیس نے اسے پس و پیش سے برہنہ دیکھکر اسکا کپڑا دیدیا، (شرح معلقات اربعہ فارسی مرتبہ محمد اسحاق اسلام آبادی) ع۔م

کے ساتھ قربان ہونے کیلئے تیار ہے۔ خاقانی نے اپنے اس مشہور قصیدہ مین جو "ایوان مداین" کی تباہی کے متعلق ہے، تمامتر معلقات کے اسلوب بیان سے استفادہ کیا ہے، اور جیسا کہ مفصلہ ذیل موازنہ سے ثابت ہوگا، خاقانی کے بہت سے اشعار جوایوان مداین کے مرثیہ مین ہین، لبید ابن ربیعہ کے خیالات، اسلوب بیان اور بعض جگہ پورے پورے مضامین سے ماخوذ ہین۔

امرؤ القیس کہتا ہے۔

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل — بسقط اللوی بین الدخول فحومل

"اے میرے دوستو، ٹھہرو، تاکہ ہم اپنی محبوبہ اور اسکے مسکن کو یاد کرکے جو تودہ ریگ کے کنارہ، اور موضع دخول اور حومل کے درمیان واقع ہے، اگریہ و بکا کرلین"

اسکے بعد چند اشعار مین دیار محبوب کی ویرانگی کا نقشہ کھینچکر کہتا ہے کہ "اب نہ محبوبہ ہے، نہ اسکے قبیلہ کی چہل پہل بلکہ وہ مسکن اب ویران ہے جس مین اب صرف ہرنیان رہتی ہین"

زہیر ابن سلمی کہتا ہے،

بہا العین والآرام یمشین خلفۃ — واطلاؤہا ینہضن من کل مجثم

زہیر ام اوفی پر عاشق تھا جب وادی عرب کے اس مقام سے جہان ام اوفی کا قبیلہ خیمہ زن تھا، دوسرے مقام پر چلا گیا، تو زہیر اس مسکن ویران مین پہونچتا ہے، اور یہ دیکھکر اسکے گداز عشق مین ایک ہیجان پیدا ہوجاتا ہے کہ خانۂ محبوب مین اب نیل گائے اور ہرن چل پھر رہے ہین، اور انکے بچے ادہر ادہر کھڑے ہین یعنی مسکن محبوبہ اب وحوش کی جائے قیام بن گیا ہے

اسی طرح عنترہ، اور حارث بن حلزہ نے بھی دیار محبوبہ کی ویرانی کا ماتم کیا ہے، چنانچہ عنترہ اپنی محبوبہ عبلہ کا نام لیکر کہتا ہے۔

یا دار عبلۃ بالجواء تکلمی — وعمی صباحا دار عبلۃ واسلمی

لیکن لبید ابن ربیعہ (مصنف معلقہ رابعہ) نے کچھ اس اسلوب سے اس موضوع پر طبع آزمائی کی ہے، کہ اسکے مطالعہ سے اہتزازی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔

عفت الدیار محلہا فمقامہا — بمنی تابد غولہا فرجامہا

"دیار محبوبہ، اور اسکی اقامتگاہ جو منی مین تھی ناپدید ہوگئی، دیار غول اور دیار رجام مین اب وحشت برستی ہے"

فمدافع الریان عری رسمہا — خلقا کما ضمن الوحی سلامہا

"کوہ ریان کے دامن مین جو نالے ہین اس مقام کے ساکنون کے کوچ کرنیکے باعث وحشتناک معلوم ہوتے ہین، اور اس دیار کہنہ کے نشانات اسی طور پر ظاہر ہین جس طرح پتھر پر نقوش"

فرع الایہقان واطفلت — بالجلہتین ظباؤہا ونعامہا

"یعنی بارش کے سبب وہان سبزہ نکل آیا ہے، اور ہرنیون اور وحوش نے اس مین بچے دینا شروع کئے۔"

اس کے بعد فرماتے ہین:-

وجلا السیول عن الطلول کانہا　　ذبر تجد متونہا اقلامہا

"یعنی خانہ محبوبہ کے گرد وغبار کو سیلابون نے دھو کر صاف کر دیا، اور گھر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ایک خط ہے جسکے سطور از سر نو درست کئے گئے ہین،"

فوقفت اسئالہا وکیف سؤالہا　　صما خوالد ما یبین کلامہا

"پس مین کھڑا ہو کر دیار محبوبہ کے آثار باقیہ سے اسکے رہنے والون کا حال دریافت کرتا ہون، اور میرا سوال بھی عجیب ہے، پتھر سے بھی کہین جواب ملتا ہے"

اسکے مقابلہ مین خاقانی کے مفصلۂ ذیل اشعار قابل غور ہین۔

ہان اے دل عبرت بین از دیدہ نظر کن ہان　　ایوان مداین را آئینۂ عبرت دان
از نوحہ جغد الحق مائیم بہ دردسر　　از دیدہ گلابی کن دردسر ما بنشان
آرے چہ عجب داری کاندر چمن گیتی　　جغد است پے بلبل نوحہ است پے الحان
گہ گہ بہ زبان اشک آوازدہ ایوان را　　تا بو کہ بگوش دل پاسخ شنوی ز ایوان
دندانۂ ہر قصرے پندے دہدت نو نو　　پند سر دندانہ بشنو ز بن دندان
این ہست ہمان درگہ کز نقش رخ مردم　　خاک در او بودے دیوار نگارستان
پندار ہمان عہد است از دیدہ فکرت بین　　در سلسلۂ درگہ در کوکبۂ میدان

خاقانی کے اس مرثیہ مین ۴۲ ابیات ہین، اور اس مین شک نہین کہ اسنے اس جوش وخروش سے کہے ہین کہ قلب سامع مین ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض مضامین بھی ایسے نادر ہین کہ کسی دوسرے شاعر کے یہان نہین ملتے خیال کی رفعت، جذبات کی اثیریت، قدرت کلام، لہجۂ ادا تمام باتین کیف آفرین ہین، اور غالبًا خاقانی کا یہ قصیدہ ان چند قصاید مین سے ہے جن مین سہل عبارت اور مانوس الفاظ مستعمل ہین، ورنہ غیر مانوس اور ادق الفاظ مین گہرے معانی، لطیف اشارے، اور رمزیات وکنایات، خاقانی کے کلام کی خصوصیت ہے، اور یہی وجہ ہے کہ صاحب گلشن ابراہیم نے لکھا ہے کہ فیضی کو خاقانی کا کلام پسند نہ تھا۔

بایں ہمہ بادنیٰ تامل ہر انسان کہہ سکتا ہے، کہ خاقانی نے مذکورۂ بالا اشعار مین، معلقات، (اور بالخصوص لبید) سے کس حد تک استفادہ کیا ہے، اس مرثیہ کے بقیہ ابیات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ مثنوی "زہر عشق" مین "ایوان مدائن" کے نقوش سے کافی مدد لیگئی ہے، خاقانی کہتے ہین،

گفتی کہ کجا رفتند آن تاجوران اینک | زیشان شکم خاک است آبستن جاویدان
خون دل شیرین است آن می کہ دہد زرین | زاب گل پرویز است آن خم کہ دہد دہقان
چندین تن جباران این خاک فرو خوردہ است | این گرسنہ چشم آخر ہم سیر نشد زیشان

خاقانی کے ان ابیات کے سامنے مضمون کی رباعیات خیام ہیچ معلوم ہوتی ہیں، مثنوی زہر عشق مین نواب مرزا نے جہان تمہید، نصیحت، پیام کے دلاویز نقوش پیش کیے ہین وہان صاف خاقانی کے خیالات کا اثر معلوم ہوتا ہے۔

(باقی)

عبد المالک آروی

رجسٹرڈ
کایا پلٹ ہیر آئل
گرمی دانے اور خارش کی شکایت کو دور کرتا ہے
تمام جلدی امراض سے محفوظ رکھتا ہے
کنٹھ مالا اور سل و دق سے محفوظ رکھتا ہے
سر کے گرتے ہوئے بالونکو از سر نو پیدا کرتا ہے
صرف ایک تیل ہے جو بہت سے امراض سے بچاتا ہے
بے خوابی اور نسیان کو دور کرتا ہے
سر اور جسم کو ٹھنڈک پہنچاتا اور فرحت بخشتا ہے
نہایت خوشبودار اور ارزان تیل ہے
سر کی چنڈیا پر سے گرے ہوئے بال اگاتا ہے
بال خورہ اور گنج کا حکمی علاج ہے
درد سر نزلہ اور شقیقہ کو دور کرتا ہے
ضعف دماغ ضعف بصر کا قطعی علاج ہے

چونکہ ناظرین نگار نے کافی قدر افزائی کی ہے اسلئے ہم انکے ساتھ قیمت مین خاص رعایت حسب ذیل کرتے ہین
ایک شیشی مع محصول ے/ - دو شیشی مع محصول صہ/ - تین شیشی مع محصول
منیجر کایا پلٹ ہیر آئل لکھنؤ

شاہزادہ خرم اور ابابیل

شہر کے سب سے بلند حصہ مین ایک بلند مینار پر شہزادہ خرم کا بت نصب تھا۔ اس مجسمہ پر سر سے پانون تک سونے کے پتر چڑہائے گئے تھے آنکھون کے حلقون مین درخشان نیلم جڑے تھے۔ اور ایک بڑا لعل اسکے تلوار کے قبضہ پر چمک رہا تھا۔ اس مین شک نہین کہ لوگ اس بت کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایوان بلدیہ کے ایک رکن نے جس کی بڑی خواہش یہ تھی کہ لوگ اس کے ذوق سلیم کی داد دین ایک روز اس بت کو دیکھ کر کہا کہ:۔ "یہ بت ایسا خوبصورت ہے جیسے مرغ بادنما"۔ پھر اس اندیشہ سے کہ کہین لوگ یہ نہ سمجھ لین کہ وہ غیر علمی آدمی ہے حالانکہ درحقیقت وہ ایسا نہ تھا اس نے اپنے ارادہ مین اسقدر اضافہ اور کر دیا کہ "فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کار آمد چیز ہے اور یہ بیکار"

اسی طرح ایک روز ایک چھوٹے بچہ سے جبکہ وہ چاند کے لئے بیقرار تھا اس کی مان نے کہا کہ "تم ایسے کیون نہین ہو جاتے جیسا شہزادہ خرم ہی دیکھو اسکے دل مین کسی چیز کے لئے ضد کرنے اور رونے کا خیال تک نہین آتا

اسی طرح ایک روز کوئی دلشکستہ اور مایوس آدمی اس حیرت انگیز بت کی طرف دیکھ رہا تھا تو اسکی زبان سے نکلا "مین یہ بات دیکھ کر خوش ہوا کہ دنیا مین کوئی تو ایسا ہے جو واقعی مسرور و شاد کام ہے"

ایک روز خیرات خانے کے بچے صاف ستھرے سفید کرتے اور سرخ کوٹ پہنے گرجا سے نکلے تو انھون نے بھی شہزادہ کے بت کو دیکھ کر کہا کہ "شہزادہ تو بالکل فرشتہ معلوم ہوتا ہے"

ریاضی کے استاد نے دریافت کیا کہ:۔ "جب تم لوگون نے کوئی فرشتہ دیکھا ہی نہین تو پھر تمہین کیا معلوم کہ فرشتہ کیسا ہوتا ہے" اسکا جواب بچون نے یہ دیا کہ:۔ "دیکھا کیون نہین ہم نے بارہا خواب مین دیکھا ہے"

ماہر ریاضیات برہم ہو کر بچون کو گھورنے لگا کیونکہ وہ اسے پسند نہین کرتا تھا کہ بچے خواب دیکھا کرین۔

ایک رات کو شہر کے اوپر ہی اوپر ایک ننھی سی ابابیل اڑی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھی سب کے سب چھ ہفتہ بیشتر مصر جا چکے تھے اور یہ پیچھے رہ گئی تھی کیونکہ اسے ایک نہایت خوبصورت نے اَرسل سے محبت ہو گئی تھی تب پہلے ابابیل نے اس حسین "نے" کو اسوقت دیکھا تھا جب ایک زرد رنگ کی تیتری کے تعاقب مین دریا پر اڑی جا رہی تھی خوبصورت نے کی پتلی کمر اس ابابیل کو کچھ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ وہ اس سے باتین کرنے کے لئے ٹھہر گئی۔

ابابیل نے جو بہت جلد "آمدم بر سر مطلب" کہنے کی عادی تھی نے سے پوچھا کہ کیا مین آپ سے محبت کرون؟" اور اسنے بھی ادا کیساتھ خم ہو کر اظہار رضامندی کیا۔ بس، ابابیل، عاشق زار ابابیل!! اس کا طواف کرنے لگی۔ وہ اڑتی۔ سطح دریا کو اپنے پرون سے مس کرتی اور چھوٹی چھوٹی نقرئی لہرین ڈالتی رہتی۔ یہ گویا اس کا اظہار محبت تھا۔ جو گرمیون بھر

اسی طرح جاری رہا۔

یہ دیکھ کر اور ابابیلیں آپس میں کہنے لگیں "یہ عجیب مضحکہ انگیز عشق ہے۔ اس کے پاس دولت بھی نہیں اور رشتہ دار بھی اسکے بہت ہیں" اور واقعی دریا نرسلوں سے بھرا ہوا تھا۔ الغرض جب فصل خزاں آئی تو تمام ابابیلیں چلدیں۔ انکے چلے جانیکے بعد وہ عاشق مزاج ابابیل تنہائی سے بہت گھبرائی اور اپنے محبوب سے بھی اکتا گئی۔ وہ اپنے دل میں کہتی کہ "وہ بات چیت تو کرتا ہی نہیں اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ عشوہ باز اور کرشمہ ساز بھی ہے کیونکہ ہمیشہ ہوا سے اسکی چھیڑ چھاڑ جاری ہوتی ہے" یہ واقعہ ہے کہ جب ہوا چلتی تو نے نہایت خوبصورتی اور لچک کے ساتھ اس کے سامنے جھک جھک جاتا پھر ابابیل کہنے لگی میں جانتی ہوں کہ وہ گھر میں رہنا پسند کرتا ہے اور میں ٹھیری سیر و سیاحت کی دلدادہ اس لئے میرا اُس کا کیا ساتھ۔ بالآخر ایک دن ابابیل نے اپنے محبوب نے سے پوچھا:۔ "کیا تمہارا میرا ساتھ ہو سکتا ہے"

لیکن نے نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ فقط سر ہلا دیا۔ اسے اپنے گھر سے بہت محبت تھی۔ یہ دیکھ کر ابابیل نے کہا:۔

"اچھا تو معلوم ہوا تم اب تک مجھے چٹکیوں ہی میں اڑاتے رہے۔ بہتر ہے میں بھی اب اہرام مصری کی طرف چلی"

ابابیل بیچاری دن بھر ماری ماری پھری اور شام کے وقت شہر میں پہونچی۔ رات ہو گئی تھی۔ سوچنے لگی "کہاں ٹھہروں" اس وقت اس کی نظر شہزادہ خرم کے بت پر پڑی جو بلند مینار پر نصب تھا۔ بت کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگی "بس میں یہیں ٹھہرونگی۔ جگہ بھی اچھی ہے اور تازہ ہوا بھی یہاں کافی ہے" اسلئے اڑ کر شہزادہ خرم کے دونوں پاؤں کے بیچ میں بیٹھ گئی۔

اس نے ادہر اُدہر دیکھا اور دیکھ کر دل میں کہنے لگی "میں بھی کسقدر خوش نصیب ہوں۔ آرام کی جگہ بھی مجھے بالکل زر نگار ملی" اسکے بعد وہ سونے کی تیاری کرنے لگی۔ لیکن جوں ہی وہ اپنا سر پروں میں چھپانے لگی تو اس پر پانی کا ایک بڑا قطرہ ٹپکا۔ وہ گھبرا کر چونک اٹھی اور کہنے لگی "یہ تو عجیب بات ہے۔ آسمان صاف ہے۔ بادل کا پتہ نہیں ستارے جگمگا رہے ہیں۔ لیکن بارش پھر بھی ہو رہی ہے۔ واقعی شمالی یوروپ کی آب و ہوا نہایت سخت ہے"

اس کے بعد دوسرا قطرہ ٹپکا۔ ابابیل نے کہا:۔

"یہاں سے چلنا چاہئے اور کسی مکان کا اچھا سا روشندان ڈہونڈھنا چاہئے ایسے بت سے کیا فائدہ جو پانی بھی نہ روک سکے"

یہ کہہ کر ابابیل وہاں سے اڑنے کو تیار ہوی اور جوں ہی وہ اڑنے کے لئے پر تول رہی تھی کہ تیسرا قطرہ ٹپکا۔ اب جو ابابیل نے گھبرا کر اوپر کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ شہزادہ خرم کی آنکھیں اشک آلود ہیں اور اسکے سنہرے رخسار پر آنسو کے قطرے بہ رہے ہیں۔ شہزادہ کا چہرہ چاندنی میں اسقدر خوبصورت معلوم ہوتا تھا کہ اس ابابیل کا دل بھی ہمدردی سے بھر آیا۔ اس نے بت سے دریافت کیا۔

"...... آپ کون ہیں؟

بت :۔ مین شہزادہ خرم ہون

ابابیل :۔ پھر آپ رو کیون رہے ہین، آپ نے تو مجھے بالکل تر بتر کر دیا"

بت :۔ جب مین زندہ تھا اور میرے پہلو مین انسانی دل تھا، تو مین یہ بھی نہین جانتا تھا کہ آنسو کس چیز کا نام ہے۔ کیونکہ مین قصر "سانِ شوقی" مین رہا کرتا تھا جہان رنج و غم کا پتہ نہ تھا۔ دن بھر مین باغ کے اندر اپنے احباب کے ساتھ کھیلتا تھا اور رات کو بڑے ایوان مین بزم رقص و سرود برپا کرتا تھا باغ کے گرد بڑی اونچی دیوار تھی، لیکن مجھے کبھی تمنا نہ ہوئی کہ کسی سے دریافت کرون، باہر کیا ہے۔ میرے گرد و پیش ہر چیز دلکش اور خوبصورت تھی میرے مصاحب اور درباری مجھے شہزادہ خرم کہا کرتے تھے۔ اور در حقیقت مین تھا بھی ایسا ہی۔ بشرطیکہ عیش و طرب کے معنی خرمی کے ہون۔ الغرض میری تمام زندگی یون ہی گذری اور اس حال مین مر گیا اب مرنے کے بعد لوگون نے میرا بت یہان اسقدر بلند نصب کر دیا کہ مین اپنے شہر کی تمام برائیان اور تمام آلام و مصائب خود اپنی آنکھون سے دیکھتا ہون اور ہر چند میرا دل سیسہ کا بنا ہوا ہے لیکن پھر بھی آنسو بہائے بغیر نہین رہ سکتا۔

ابابیل :۔ (دل مین) ہائین! کیا یہ بت ٹھوس سونے کا نہین ہے؟

یہ بات ابابیل نے دل مین اسلئے کہی کہ وہ نہایت مہذب اور با اخلاق چڑیا تھی۔ وہ ہرگز پسند نہین کرتی تھی کہ زور سے کہہ کر کسی کی ذاتیات پر حملہ کرے

بُت نے نرم لہجہ مین کہا :۔

" یہان سے دور تنگ کوچہ مین ایک گھر ہے، اسکی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور مین ایک عورت کو میز کے سامنے بیٹھا دیکھ رہا ہون۔ اسکا چہرہ لاغر اور زرد ہے اس کے ہاتھ سوئیون کی نوکین چبھنے سے سرخ اور کھردرے ہو گئے ہین کیونکہ وہ سلائی کا کام کرتی ہے، اس وقت وہ ملکہ کی ایک جمیل سہیلی کے لئے ساٹن کے گون پر خوبصورت پھول کاڑھ رہی ہے۔ جسے وہ آیندہ بزم رقص مین زیب تن کریگی۔ کمرہ کے ایک گوشہ مین پلنگ پر اس کا چھوٹا سا بچہ بیمار پڑا ہے۔ بچہ بخار مین مبتلا ہے اور سنترون کے لئے ضد کر رہا ہے، مان بیچاری کے پاس دریا کے پانی کے سوا کیا دھرا ہے جو اپنے پیارے بچے کو دے اسی لئے بچہ رو رہا ہے۔ ابابیل! اے میری ننھی ابابیل! کیا تم ایسا نہین کر سکتین کہ میری تلوار کے قبضہ مین، جو لعل جڑا ہوا ہے وہ نکالکر اس غریب عورت کو دے آؤ۔ میرے پاؤن تو اس کرسی مین جڑے ہوئے ہین اور مین حرکت نہین کر سکتا۔

ابابیل ۔ میرا تو مصر مین انتظار ہو رہا ہوگا۔ میرے دوست دریائے نیل کے اوپر خوش خوش اُڑ رہے ہونگے اور گلہائے نیلوفر سے باتین ہو رہی ہونگی وہ رات کو فرعون کے مقبرہ مین جا سوئینگے۔ جو اپنے رنگین اور منقش تابوت مین پڑا سو رہا ہے۔ بادشاہ کی لاش زرد کتان مین ملفوف ہے اور مسالون مین بسی ہوئی پڑی ہے۔ اس کے گلے مین ہلکے سبز رنگ کے بیش قیمت جواہرات کا ہار ہے۔ اور اس کے ہاتھ ایسے خشک ہین جیسے برگہائے خزان دیدہ۔

بُت :- کیا واقعی تم میرے پاس رات بھر بھی نہ ٹھہرو گی اور میرا یہ کام نہ کرو گی؟ دیکھو پیاس کے مارے بچہ کی زبان منھ سے باہر نکلی پڑتی ہے اور اسکی ماں کسقدر ملول ہے"

ابابیل :- معاف کیجیے میں لڑکوں کو ہرگز پسند نہیں کرتی پارسال گرمی میں جب میں دریا پر ٹھہری ہوئی تھی تو وہ بیہودہ لڑکے جو چکی والے کے لڑکے تھے ہمیشہ میری طرف ڈھیلے اور پتھر پھینکا کرتے تھے۔ کوئی ڈھیلا یا پتھر میرے لگا تو نہیں کیونکہ ہم ابابیل بہت تیز پر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں میں اس خاندان کی فرد ہوں جو اپنی تیز پروازی میں ہمیشہ مشہور رہا ہے، لیکن اس طرح ڈھیلے پھینکنا توہین تو ہے"

یہ سنکر شہزادہ خرم بہت رنجیدہ ہوا۔ اسقدر رنجیدہ کہ ابابیل بھی بہت متاثر ہوئی اور آخر کار اسے کہنا پڑا کہ "اچھا میں ایک رات آپ کے پاس قیام کرونگی"

بُت :- شکریہ!

پس ابابیل نے شہزادہ کی تلوار کے قبضہ سے وہ لعل نکالا اور چونچ میں لیکر مکانوں کی چھتوں پر اڑتا ہوا روانہ ہو گیا۔ وہ گرجا کے مینار کے پاس ہو کر گذرا جہاں فرشتوں کے مجسمے سفید سنگ مرمر کے رکھے ہوئے تھے وہ قصر شاہی کے پاس سے ہو کر گذرا اور رقص و سرود کی آوازیں سنیں۔ ایک جمیل لڑکی اپنے عاشق کے ساتھ نکلکر بالاخانہ پر آئی۔ اور وہ ستاروں بھری رات کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"یہ ستارے کسقدر دلکش ہیں۔ اور عشق و محبت کی طاقت بھی کسقدر زبردست ہوتی ہے"

لڑکی :- "امید ہے کہ بزم رقص و سرود منعقد ہونے تک میری پوشاک بھی تیار ہو جائیگی۔ میں نے حکم دیا ہے کہ اس پر خوبصورت پھول کاڑھے جائیں لیکن سینے پرونے والیاں بھی کسقدر کاہل اور سست ہوتی ہیں"

ابابیل اڑتی ہوئی دریا پر سے گذری۔ اور جہازوں کے مستولوں پر لٹکتی ہوئی لالٹینیں دیکھیں۔ وہ یہودیوں کے محلہ سے ہو کر گذری۔ اور بڈھے بڈھے یہودیوں کو ایک دوسرے سے سودا کرتے اور تانبہ کی ترازوؤں میں روپیہ تولتے دیکھا۔ بالآخر وہ اڑتی اڑتی اس گھر تک پہونچی۔ اور اندر جھانکا لڑکا بخار میں مبتلا چارپائی پر تڑپ رہا تھا۔ اور ماں کی آنکھ لگ گئی تھی۔ بیچاری کام کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ ابابیل کمرہ کے اندر داخل ہوئی اور اپنے بازوؤں سے لڑکے کی پیشانی کو ہوا دی۔ اور وہ لعل میز پر انگشتانہ کے قریب رکھدیا۔ اسکے بعد اس نے پلنگ کے گرد آہستہ آہستہ اڑ کر بچہ کو ہوا دی وہ بولا۔ "اس وقت کیسی خوشگوار خنکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ میری طبیعت اب اچھی ہوتی جاتی ہے" یہ کہا اور لڑکا پھر سو گیا

ابابیل پھر اڑتی ہوئی شہزادہ خرم کے پاس پہونچی اور سارا حال بیان کر کے بولی۔

"یہ عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ سردی پڑ رہی ہے لیکن مجھے گرمی محسوس ہو رہی ہے"

بُت :- اسلئے کہ تم ایک نیک کام کر کے آئی ہو۔

اسکے بعد ابابیل مختلف قسم کے خیالات میں الجھ گئی اور سوچتے سوچتے سوگئی۔ کیونکہ سوچنے اور فکر کرنے سے ہمیشہ
نیند آجاتی ہے۔ صبح کو جب دن نکلا تو وہ دریا کی طرف اڑ گئی نہانے لگی۔ اس وقت اتفاق سے "خصوصیات طیور" کے ایک
پروفیسر پل پر سے گذر رہے تھے۔ ان کی نظر جو ابابیل پر پڑی تو وہ حیران ہو کر کہنے لگے:۔ "ہائیں! جاڑون مین ابابیل!"
اسکے بعد پروفیسر نے ایک بڑا طویل مراسلہ مقامی اخبارون مین شائع کردیا اور ہر اخبار نے اس خط کو شائع کیا
ابابیل نے کہا کہ آج رات کو مین مصر چلی جاؤنگی اور واقعی مصر کے پر لطف مناظر کا خیال کرکے اس وقت وہ بہت
خوش تھی۔ اس کے بعد وہ اڑی اور شہر کے تمام مشہور مقامات کو دوبارہ جاکر دیکھا، وہ بہت دیر تک گرجا کی چوٹی پر بیٹھی رہی
جہان جہان ابابیل جاتی اسے دیکھ کر چڑیان چہچہاتین اور آپس مین کہتین "یہ اجنبی کسقدر شاندار اور دلکش چیز
ہے"۔ الغرض ابابیل نے خوب سیر کی
جب چاند نکلا تو وہ پھر اڑ کر شہزادہ خرم کے پاس گئی اور بولی:۔ "کیا صاحب عالم کا کوئی کام مصر مین بھی ہے
کیونکہ اب مین روانہ ہو رہی ہون"
بت:۔ "کیا تم میرے پاس ایک رات اور نہین ٹھہر سکتین"
ابابیل:۔ نہین مصر مین میرا انتظار ہو رہا ہوگا۔ کل میرے تمام احباب دوسری آبشار کی طرف چلے جائینگے۔ وہان
لمبی لمبی گھانس پانی مین لہرین لیا کرتی ہے اور سنگ خارا کے ایک تخت پر خداوند ممنون (mem non) متمکن ہے
رات بھر اسکی آنکھین آسمان کے ستارون کو تکتی رہتی ہین اور جب صبح کا ستارہ نمودار ہوتا ہے تو وہ ایک نعرۂ مسرت لگاتا
ہے۔ اور پھر خاموش ہو جاتا ہے۔ دوپہر کو بھورے اور زرد رنگ کے شیر ببر پانی پینے لب جو آتے ہین۔ جن کی آنکھین ہلکے
رنگ کے فیروزون کی طرح چمکتی ہین۔ اور جن کی گرج آبشارون کے شور سے زیادہ بلند ہوتی ہے
بت:۔ مین ایک نوجوان کو کوٹھے پر بیٹھا دیکھتا ہون۔ وہ ایک میز پر جھکا ہوا ہے جس پر بہت سے کاغذات
رکھے ہوئے ہین۔ اسکے برابر ایک گلاس رکھا ہوا ہے جس مین بنفشہ کے افسردہ پھول ہین۔ اسکے بال بھورے اور سخت ہین
اسکے لب انار کی طرح سرخ ہین۔ اسکی آنکھین بڑی بڑی اور خمار آلود ہین۔ وہ چاہتا ہے کہ تھیٹر کے ڈائرکٹر کے لئے ایک
ڈرامہ جلد ختم کردے لیکن اسکے ہاتھ جاڑے کی شدت سے اکڑے ہوئے ہین اور وہ لکھ نہین سکتا۔ آتشدان مین آگ
نہین ہے اور بھوک کے مارے وہ بیہوش ہوا جاتا ہے"
یہ سنکر ابابیل نے جو بہت نیکدل چڑیا تھی کہا:۔ "اچھا مین آپ کے پاس ایک شب اور قیام کرونگی۔ کیا مین
اس نوجوان کے پاس کوئی دوسرا لعل لے جاؤن؟
بت:۔ افسوس ہے کہ اب میرے پاس اور کوئی لعل نہین۔ صرف میری آنکھین باقی رہگئی ہین۔ یہ نہایت
نفیس نیلم کی بنی ہوئی ہین جو تقریباً ایک ہزار سال گذرے ہندوستان سے لائے گئے تھے۔ پس تم میری ایک آنکھ نکال لو

اور اس نوجوان کے پاس لے جاؤ۔ وہ یہ نیلم کسی جوہری کے ہاتھ فروخت کر دیگا۔ اور اس کی قیمت سے وہ کھانا اور لکڑی خرید لے گا۔ اور ڈرامہ ختم کر دیگا۔

یہ سنکر ابابیل کی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور وہ رو کر کہنے لگی :۔ "جناب یہ تو مجھ سے نہین ہو سکے گا"

بت :۔ "کوئی حرج نہین، تم وہی کرو جو مین کہتا ہون"

مجبور ہوکر ابابیل نے شہزادہ کی ایک آنکھ سے نیلم نکالا اور اسے لیکر نوجوان کے مکان کی طرف اڑ گئی۔ چونکہ چھت مین ایک سوراخ تھا اسلیئے اندر داخل ہونا بہت آسان تھا۔ نوجوان اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا اسلیئے وہ ابابیل کے پرون کی آواز نہ سن سکا۔ اور جب اس نے نگاہ اُٹھا کر اوپر دیکھا تو اُسنے کھلائے ہوئے گلدستہ مین ایک خوبصورت اور آبدار نیلم دیکھا دیکھتے ہی خوش ہو گیا اور دل مین کہنے لگا :۔ "شاید کسی عظیم الشان ہستی نے میری کوششون کو بنظر استحسان دیکھا ہے اور یہ تحفہ بھی اسی نے بھیجا ہے۔ بس اب مین اپنا کھیل ختم کر سکونگا"

دوسرے روز ابابیل اڑکر بندرگاہ کی طرف گئی اور ایک بڑے جہاز کے مستول پر بیٹھی اور ملاحون کو دیکھنے لگی جو نیچے کے گودام سے رسون مین باندھ کر بڑے بڑے وزنی صندوق نکال رہے تھے۔ جب کوئی صندوق اوپر آجاتا تھا تو وہ نعرہ لگاتے تھے "شاباش میرے بھائی"۔ یہ سنکر ابابیل کو بھی کچھ امنگ سی آئی اور چلا کر کہنے لگی "مین بھی اب مصر کو چلی" الغرض شام کو جب چاند نکلا تو وہ اڑکر پھر شہزادہ خرم کے پاس پہونچی اور بولی

"...... اب مین جناب سے رخصت ہونے آئی ہون"

بت :۔ کیا تم میرے پاس ایک رات اور نہ ٹھہرو گی ؟

ابابیل :۔ اب جاڑون کا زمانہ ہے اور یہان بہت جلد برف پڑنے لگے گی۔ لیکن مصر مین ابھی ہرے بھرے نخلستانون پر آفتاب چمک رہا ہے، دریا سے نہنگ نکل کر ساحل کی ریت پر لوٹتے ہین اور مضمحل نگاہون سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہین۔ میرے ساتھی بعل کے مندر مین آشیانہ بنا رہے ہین۔ سفید قمریان اور گلابی فاختہ ان ابابیلون کو دیکھ کر کو کو کر رہی ہین اب مجھے آپ رخصت کیجئے۔ مین آپ کی یاد ہمیشہ دل مین رکھونگی اور آیندہ فصل بہار مین ان جواہرات کے بجائے جو آپ کی دریا دلی نے لوگون کو عطا فرما دیئے ہین۔ مین آپ کے لئے دو بہت خوبصورت اور نفیس جواہر لاؤن گی۔ میرا لعل رنگ اور آب و تاب مین سرخ گلاب سے بھی زیادہ بہتر اور میرا نیلم سمندر کے نیلگون پانی سے بھی زیادہ خوشنما ہوگا

بت :۔ نیچے دیکھو چوک مین ایک چھوٹی سی دیا سلائی فروش لڑکی کھڑی ہے۔ اس نے نابدان مین ڈالکر اپنی تمام دیا سلائیان خراب کر دی ہین۔ اب وہ کھڑی رو رہی ہے کیونکہ اگر وہ دیا سلائی بیچکر گھر پیسے نہ لیگئی تو اسکا باپ اسے بہت ماریگا۔ اس لڑکی کے پاؤن مین نہ جوتیان ہین نہ موزے۔ اوس کا ننھا سا سر بھی ننگا ہے۔ اب تم میری دوسری آنکھ بھی نکال لو اور لیجا کر اس لڑکی کو دے آؤ۔ تاکہ یہ مصیبت سے بچ جائے

ابابیل :- میں آپ کے پاس ایک رات اور ٹھہر سکتی ہوں۔ لیکن آنکھ نہیں نکال سکتی۔ کیونکہ آپ جب دونوں آنکھوں سے محروم ہو جائینگے تو کیا کریں گے"

بت :- "نہیں جو میں حکم دیتا ہوں وہی کرو"

ابابیل نے شہزادہ کی دوسری آنکھ بھی نکال لی۔ اور لیکر نیچے کی طرف اڑی۔ وہ اس لڑکی کے پاس سے منڈلاتی ہوئی گذری اور اس کی ہتھیلی پر وہ نیلم آہستہ سے رکھدیا۔ نیلم کو دیکھکر لڑکی خوش ہو گئی اور کہنے لگی :- "کیا پیارا شیشے کا ٹکڑا ہے" وہ ہنستی ہوئی نیلم لیکر گھر کی طرف دوڑ گئی۔ اسکے بعد۔ ابابیل پھر شہزادہ کے پاس آیا اور بولا۔

"چونکہ آپ کی بینائی بالکل جاتی رہی ہے اسلئے میں ہمیشہ آپ ہی کی خدمت میں رہا کروں گی ......"

بت :- نہیں میری پیاری ابابیل! اب تم مصر کی طرف جاؤ"

ابابیل :- نہیں اب تو میں یہیں رہوں گی"

اسکے بعد ابابیل پروں میں سر چھپا کر شہزادہ کے پیروں کے درمیان سو گئی۔ وہ دوسرے روز بھی تمام دن شہزادہ کے قدموں میں بیٹھی رہی۔ اور ممالک غیر میں جو جو باتیں اس نے دیکھی تھیں ان کا حال بیان کرتی رہی اس نے مصر کی ان سرخ رنگ مقدس چڑیوں کا حال بیان کیا جو دریائے نیل کے کنارے لمبی لمبی قطاریں باندھے بیٹھی رہتی ہیں اور اپنی چونچ سے سنہری مچھلیاں پکڑتی ہیں۔ اس نے ابو الہول کا ذکر کیا جو اتنا ہی قدیم ہے جتنی دنیا۔ جو ریگستان میں رہتا ہے اور ہر چیز کا حال جانتا ہے۔ اور اس نے ان تاجروں کا حال بیان کیا جو قافلہ میں آہستہ آہستہ اونٹوں کے ساتھ چلتے ہیں اور جن کے ہاتھوں میں کہربا کی تسبیحیں ہوتی ہیں۔ اس نے جبال القمر کے بادشاہ کا قصہ سنایا جو آبنوس کی طرح سیاہ ہے اور ایک بڑے بلور کی پوجا کرتا ہے۔ اس نے اس بڑے سبز رنگ سانپ کا حال سنایا۔ جو ایک کھجور کے درخت میں رہتا ہے۔ اور بیس بچاری اسے دودھ پلاتے ہیں۔ اس نے ان بالشتیوں کا حال سنایا جو ایک "جھیل میں" بڑے پتوں کی کشتیاں چلاتے ہیں اور تیتریوں کے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں۔

بت :- اے ابابیل! تم نے مجھے عجیب عجیب باتیں سنائیں لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز انسان کے آلام و مصائب ہیں۔ دنیا کا کوئی راز اسقدر زبردست نہیں جتنا رنج و ملال اب تم میرے شہر کی فضا میں پرواز کرو اور جو کچھ تم دیکھو لے سے بیان کرو"

پس وہ ابابیل اس عظیم الشان شہر کی فضا میں اڑا۔ اور امیروں کو دیکھا کہ اپنے خوبصورت محلوں میں رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ اور غربا دروازوں پر بیٹھے ہیں وہ تنگ و تاریک کوچوں میں گیا اور زرد رو بچوں کو دیکھا جو فاقے کر رہے ہیں اس نے ایک پل کے در میں محراب کے نیچے دو چھوٹے لڑکوں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے لپٹے پڑے ہوئے ہیں تاکہ اسی طرح وہ کسی قدر گرم ہو جائیں اور سردی سے محفوظ رہیں، لیکن ایک چوکیدار آتا ہے اور انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے کہ "خبردار یہاں نہ لیٹنا"

اور وہ دونوں بیچارے محل کے نیچے سے بارش میں نکل جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں دیکھ کر وہ ابابیل اڑتی ہوئی پھر شہزادہ کے پاس واپس آئی اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔

بت:۔ دیکھو مجھ پر زر خالص کے پتر چڑھے ہیں۔ تم انھیں نوچ نوچ کر لے جاؤ اور غربا و مساکین کو دو۔

الغرض ابابیل نے سونے کے تمام پتر نوچ لئے حتی کہ شہزادہ خرم بالکل بھدا اور سیسہ کے رنگ کا دکھائی دینے لگا یکے بعد دیگرے وہ سونے کے تمام پتر غربا و مساکین کو لا کر دیدیئے گئے۔ اب بچوں کے چہرے سرخ و سفید نظر آنے لگے۔ وہ آپس میں ہنستے اور گلیوں میں کھیلتے پھرتے تھے۔ اور با آواز بلند کہتے تھے کہ ہاں اب ہم کو روٹی ملتی ہے

اسکے بعد برف پڑنے لگی اور برف کے بعد پالا پڑنا شروع ہوا۔ سڑکیں ایسی معلوم ہوتی تھیں گویا چاندی کی بنی ہوئی ہیں برف کی لمبی لمبی قلمیں مکانات کی اولتیوں پر ایسی لٹکتی تھیں گویا بلوری خنجر لٹک رہے ہیں۔ جو شخص باہر نکلتا تھا سمور پہنکر نکلتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے سرخ بانات کی ٹوپیاں پہنے برف پر پھسل پھسل کر کھیلتے تھے،

غریب ابابیل روز بروز ٹھٹھری جاتی تھی۔ لیکن فرط محبت سے شہزادہ کو نہیں چھوڑتی تھی۔ وہ نانبائی کی دکان کے سامنے سے اسکی غیر حاضری میں روٹی کے ریزے چن چنکر کھاتی اور اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لئے پر پھٹ پھٹاتی۔ آخر کار اسے محسوس ہونے لگا کہ موت کے دن قریب آگئے ہیں اب اس میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ وہ اڑ کر پھر شہزادہ کے شانہ پر آکر بیٹھ جاتی۔ اُس نے کہا کہ "صاحب عالم! خدا حافظ! کیا آپ مجھے اپنا ہات چومنے کی اجازت دیجئے"

بت:۔ میں خوش ہوں کہ اب آخر کار تم مصر جارہی ہو۔ تم یہاں بہت زیادہ عرصہ تک ٹھہری رہیں لیکن چونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اسلئے ہاتھوں کے بجائے تم میرے لب کو بوسہ دو

ابابیل:۔ نہیں میں مصر نہیں جارہی ہوں بلکہ دنیا سے جارہی ہوں"

یہ کہکر ابابیل نے شہزادہ کے لبوں پر بوسہ دیا۔ اور مر کر اسکے قدموں میں گر پڑی

عین اُسی وقت کسی چیز کے شق ہونے کی عجیب آواز بت کے اندر سے آئی۔ گویا کوئی چیز ٹوٹی ہے شہزادہ کا دل جو سیسہ کا بنا ہوا تھا پھٹکر بالکل دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ پالا نہایت سخت پڑ رہا تھا۔

دوسرے روز صبح کو امیر بلدہ معہ اپنے ارکان کے نیچے چوک میں پھر رہا تھا۔ جس وقت یہ لوگ مینار کے پاس سے گذرے تو انھوں نے بت کی طرف دیکھا۔ دیکھتے ہی امیر بلدہ بولا:۔ "یہ شہزادہ کا بت کسقدر بھدا نظر آتا ہے"

"بیشک بھدا ہو گیا ہے" ارکان بلدیہ نے ان میں ہاں ملائی۔ کیونکہ وہ ہمیشہ "ہاں میں ہاں" ملانے کے اصول پر عمل کرتے تھے اور امیر بلدہ کے خلاف کچھ نہیں کہتے تھے۔

امیر بلدہ:۔ تلوار کے قبضہ سے لعل گر چکا ہے۔ آنکھوں سے نیلم نکلکر گر پڑے ہیں۔ اور سونے کے پتر بھی نہیں ہے اب تو شہزادہ فقیر سا نظر آتا ہے۔

ارکان بلدیہ :۔ درست فرمایا۔ بالکل فقیر سا معلوم ہوتا ہے

امیر بلدہ :۔ اور یہ تو دیکھئے شہزادہ کے قدمون مین ایک چڑیا پڑی ہے۔ اب واقعی ایک فرمان جاری کرنا پڑیگا کہ آیندہ کسی پرند کو یہان آکر مرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

منشی نے فوراً امیر بلدہ کی بات نوٹ کرلی۔ بس ان لوگون نے شہزادہ کے مجسمہ کو توڑ ڈالا۔ اور یونیورسٹی کے ماہرین فنون لطیفہ نے تو یہانتک کہدیا کہ :۔ "چونکہ یہ بت خوبصورت نہین رہا لہذا مفید بھی نہین رہا"

شہزادہ کا بت ایک بھٹی مین پگھلایا گیا۔ اور امیر بلدہ نے ارکان بلدیہ کا ایک ضروری جلسہ طلب کیا تاکہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ بت کی دہات کس کام مین لائی جائے۔ خود امیر بلدہ نے فرمایا کہ "یقیناً ہمین ایک دوسرا بت بنوانا پڑیگا۔ اور وہ بت میرا ہوگا" اس پر ہر رکن نے "میرا۔ میرا۔ میرا" کا راگ الاپنا شروع کردیا۔ اور آپس مین خوب جنگ ہوئی

کارخانۂ فلزات کے مہتمم نے کاریگرون سے کہا :۔ "یہ عجیب بات ہے کہ اس بت کا دل بھٹی مین پگھلتا ہی نہین پھر کیا کیا جائے۔ اچھا اسے پھینکدو"

الغرض انھون نے شہزادہ کے دل کو مزبلہ پر پھینکدیا جہان ابابیل کی لاش پہلے سے پڑی ہوئی تھی

خدا نے اپنے فرشتون مین سے ایک کو حکم دیا کہ جاؤ اس شہر مین جو سب سے بیش قیمت دو چیزین ہون وہ میرے پاس لاؤ۔ فرشتہ آیا اور "سیسہ کا دل اور ابابیل کی لاش" اٹھائے گیا۔ خدا نے فرمایا :۔

"بیشک تم نے نہایت صحیح انتخاب کیا۔ میری فردوس مین یہ پرندہ ہمیشہ چہچہاتا رہیگا۔ اور میرے شہر زرنگار مین شہزادہ خرم ہمیشہ میری حمد و ثنا مین مصروف رہے گا۔ (آسکر وائلڈ)

شاعر کا انجام

جناب نیاز کے عنوان شباب کا لکھا ہوا افسانہ جس مین پاکیزگی بیان، اسلوب ادا، ندرت خیال اور جدت اظہار کے ایسے ایسے نادر نمونے موجود ہین کہ کسی ادبی تصنیف مین نہین مل سکتے۔ حسن و عشق کی تمام نشہ بخش کیفیات اسکے ایک ایک جملہ مین موجود ہین

قیمت علاوہ محصول دس آنے (۱۰/)

فراست الید

مولفہ نیاز فتحپوری جس کے مطالعہ سے ایک شخص بآسانی ہاتھ کی شناخت اور اسکی لکیرون کو دیکھکر اپنے یا دوسرے شخص کے مستقبل، سیرت، عروج و زوال، موت و حیات صحت و بیماری، شہرت و نیکنامی وغیرہ کے متعلق صحیح طور سے پیشین گوئی کرسکتا ہے قیمت علاوہ محصولڈاک ۔ ۔ ۔ عمر

مینجر نگار بک ایجنسی لکھنؤ

مادہ کی رسائی خدا تک

انسانی قواء کی غیر محدود وسعت

گو جسم انسانی محدود ہے لیکن اس کی قوتین نامحدود ہین یعنی انسان مین جتنی قوتین فطرت نے عطا کی ہین وہ غیر محدود طور پر وسیع ہو سکتی ہین۔ اس مین شبہ نہین کہ معمولاً انسان مین یہ قوتین محدود صورتون مین پائی جاتی ہین لیکن یہ حد بندی صرف اسلئے قائم کی گئی ہے کہ انسان ان قوتون کو خود ترقی دے اور اس طرح وہ خدا سے متحد ہو جائے۔ یہی انسانی زندگی کا مقصود ہے اور یہی ہمارا راز حیات ہے ——— جس کے معلوم کرنے کے لئے عبادات سے بطور آلہ و ذریعہ کام لیا جاتا ہے

اب سوال یہ ہے کہ یہ ترقی کیونکر حاصل ہو؟ کیا صرف تزکیۂ روحانی اسکا واحد ذریعہ ہے؟ مین کہتا ہون کہ یہ درست نہین ہے اور ہزارہا سال تک دنیا اس غلط فہمی مین مبتلا رہی ہے کہ محض روحانی ترقی سے خدا مل سکتا ہے یورپ مادی ترقی مین ہمہ تن منہمک ہے لیکن اوسنے اسی ترقی ہی کو اصل مقصود قرار دے رکھا ہے، مادی ترقی ہو خواہ روحانی، یہ دونون کسی مخصوص مقصود کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہین، اگر کوئی شخص خود ان ذرائع کو مقصود بنالے تو یہ اوسکی غلطی ہوگی۔ مین یہ نظریہ پیش کرتا ہون کہ

''مادی ترقی سے بھی خدا مل سکتا ہے''

مین کسی مافوق الفطرت فعل کا سرزد ہونا پیغمبری یا کرامت کی تنہا دلیل نہین سمجھتا۔ شیر پر سوار ہو کر سانپ کا کوڑا ہاتھ مین لیکر چلنا کبھی تقدس روحانی کی علامت نہین ہو سکتی۔ عربی زبان مین معجزہ و کرامت کو اہل تصوف نے مخصوص نسوانی مرض سے موسوم کیا ہے۔ معجزہ و کرامت تو صرف وہ ارادی یا غیر ارادی فعل ہے جو عام انسانی قوت سے بالاتر سمجھا جائے اور جو تقدس کی ادنی دلیل ہے اور جو صرف منکرین کو قایل کرنے کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ مین ہرگز اسلئے مسلمان نہین ہون کہ رسول عربی نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے یا جسمانی معراج حاصل کی تھی۔ مین اونپر صرف اسلئے ایمان لایا ہون کہ اونکی زندگی ایسی عملی مثال پیش کرتی ہے جو ہماری زندگی کی تمام راہون مین مشعل کا کام دے سکتی ہے

بعض علماء اسلام کا خیال ہے کہ معجزہ صاحب معجزہ کی ذات سے متعلق نہین ہوتا۔ موسی اور جادوگرون کی جنگ یہ بتا رہی ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ نے اوسوقت ایسی فضاء قائم کر دی تھی کہ جو بھی اپنا عصا زمین پر پھینکتا وہی سانپ ہو جاتا۔ اسکے علاوہ معجزہ وقتی حیثیت رکھتا ہے، جسوقت وہ سرزد ہوتا ہے اوسوقت وہ اعلی انسانی قوت کی دلیل ہوتا ہے، لیکن اسکے یہ معنی نہین کہ وہ ہمیشہ مافوق الفطرت رہے آگے آنے والے نقشہ سے آپ پر شاید یہ واضح ہو جائے کہ جو

واقعات ایک زمانہ مین پیغمبرون سے سرزد ہوکر معجزہ کہلائے ہین وہ آج مادی ترقی سے بھی ممکن ہین۔
پیغمبر کی اعلی روحانیت، ما فوق الفطرت واقعات کی معین ہوتی ہے اور آج ایک عامل کی اعلی مشق سے بھی وہی واقعات سرزد ہوتے ہین۔

اب رہا یہ سوال (جو میرا نفس مبحث ہے) کہ کیا مادی و روحانی دونون ترقیان دو مختلف ذرائع ہین۔ ایک ہی مقصد کے حصول کے! سو یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے اور غور و خوض کا محتاج ہے۔

بقول سر آرتھر کینین ڈائل "سائینس و حکمت کی گوناگون ترقیان خدا کی قدرت کاملہ اور اوسکے وجود سے انکار کا باعث نہین ہین بلکہ اون سے اوسکی قدرت کاملہ بدرجۂ اتم ظاہر ہوتی ہے"۔ موجودہ مادی ترقیان بجائے اسکے کہ ہماری عقیدتمندیون کو خدا کی طرف سے منحرف کرین اور بھی راسخ کرتی جاتی ہین "ڈاکٹر میکائل پوپن" پروفیسر کولمبیا یونیورسٹی کا خیال ہے کہ "ہماری مادی ترقیان خدا کو ہمسے قریب کر رہی ہین"۔ مسٹر چارلس ہنری پروفیسر ساربانی یونیورسٹی نے انسانی روح کی قدامت کو علم ہندسہ سے ثابت کیا ہے جیسا کہ بقول بعض حضرات کے خدا کی وحدانیت اقلیدس کی ساتوین شکل سے ثابت ہوسکتی ہے۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم مرنے والون کی روحون سے گفتگو کر سکتے ہین۔ ڈاکٹر لیولاب ([illegible]) پروفیسر واشنگٹن یونیورسٹی نے غدود کی تبدیلی سے جو نتائج اخذ کئے ہین اوس سے صاف ظاہر ہے کہ انسانی زندگی مادی ذرائع سے وسیع ہوسکتی ہے

مغربی اطباء کا ایک مخصوص گروہ مادۂ تولید کی تحلیل مین مصروف ہے، مصنوعی مادہ سے چوپایون پر جو تجربہ کیا گیا ہے وہ نہایت امید افزا ہے کیا یہ ترقیان انسان کی عظمت پر دال نہین ہین؟

اس مین شبہ نہین کہ مادیت کا ایک پہلو کسی قدر تاریک ہے۔ لیکن اول تو یہ مادیت کا لازمی نتیجہ نہین ہے، دوسرے یہ کہ جو لوگ واقعی مادی ترقی مین مصروف ہین۔ اونکی زندگی کا اخلاقی پہلو کم تاریک ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ صحیح مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اعداد و شمار بتا رہے ہین کہ بداخلاقی مین نمایان کمی ہے۔ آج مغرب کے وہ مخصوص افراد جو علوم و فنون کی تحقیق و دریافت مین مصروف ہین۔ اونکی زندگی کا اخلاقی پہلو نہایت پاک و صاف ہے

اسوقت مادی ترقیان دو حصون مین تقسیم کی جاسکتی ہین۔ ایک وہ جو ظاہری ذرائع مثلاً علم کیمیا و علم البرق وغیرہ سے متعلق ہین، یہ قطعی مادی ہین، لیکن دوسری ترقی انسانی حسیات کی ہے، اسے قطعی طور پر تو مادی نہین کہا جاسکتا لیکن چونکہ ان ترقیون کے ذرائع مادی ہین اسلئے اونکو بھی مادی کہنا پڑتا ہے۔ میرے خیال مین اول الذکر سے زیادہ موخر الذکر کی ترقی ہمکو خدا سے قریب تر کر رہی ہے۔

اسوقت تک مشرقی و مغربی علماء کا اسپر اتفاق تھا کہ انسان کے حواس ظاہری پانچ ہین۔ اور ہر حس کے مختلف ذرائع خدا نے قائم کر رکھے ہین، ہاتھ چھونے کے لئے، زبان مزہ کے لئے، ناک سونگھنے کیلئے، آنکھ دیکھنے کے لئے اور کان سننے کیواسطے

لیکن موجودہ تحقیقات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ان پانچ کے علاوہ ایک چھٹی حس اور بھی ہے اور اس کا تعلق دماغ سے ہے اسکے ذریعہ سے ایک انسان اپنے خیالات کو دوسرے انسان تک پہونچا سکتا ہے

ابتک انسان نے اپنے ان حواس کا صحیح استعمال کامل طور پر دریافت نہیں کیا ہے، تجربات یہ بتا رہے ہین کہ اگر ان حواس کو معقول وسعت نصیب ہوئی تو نہ صرف انسان اپنی تکمیل کی جانب سرعت سے گامزن ہو جائیگا بلکہ دیگر تمامی علوم ظاہری کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ مسٹر ہلڈین (Haldane) پروفیسر اکسفورڈ یونیورسٹی کا خیال ہے کہ تمام ظاہری علوم کے اختراع و ایجاد کا سبب محض ہماری قوائے حسیہ سے ناواقفیت ہے

قوائے حسیہ اور اون کے میدان عمل کی وسعت

حواس کی ترقی کے صحیح واقعات پر غور کرنے سے میرے ان خیالات کی کماحقہ تائید ہوتی ہے۔ اول تو آپ یہ ملاحظہ فرمائینگے کہ ایک معمولی شخص سے مشق کے بعد وہ واقعات و حرکات رونما ہوتے ہین جو کسی زمانہ مین معجزہ و کرامت سمجھے جاتے تھے۔ ودسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ کہ گو یہ ذرائع اک گونہ مادی ہین لیکن ان کے ذریعہ سے انسان روز بروز صفات خداوندی سے زیادہ متصف ہو کر اوس سے قریب تر ہوتا جاتا ہے کیونکہ قربت الٰہی کے کوئی معنے سوائے اس کے نہین کہ اس کے صفات مین اشتراک پیدا ہو جائے خواہ وہ کیسا ہی کمزور کیون نہ ہو۔ پھر جس وقت انسان تمام صفات عالیہ سے متصف ہو جائیگا اوس وقت وہ ذات خداوندی سے قریب تر ہو جائے گا۔

قوت شامہ

قوت شامہ کو اگر ترقی دیجائے تو اکثر وہ کام جو آنکھ، ہاتھ اور زبان سے ہو سکتے ہین۔ وہ صرف سونگھ کر پورے ہو سکتے ہین میرا عینی مشاہدہ ہے کہ جونپور مین ایک شخص نابینا حافظ منگلی نامی تھے یہ بزرگ محض سونگھ کر کپڑون کا رنگ بتا دیتے تھے

یہ دوسرا واقعہ میرا دیکھا ہوا نہین ہے لیکن ایک ثقہ شخص نے مجھے بتایا کہ وہ ناک سے کام لیکر یہ بھی بتا دیتے تھے کہ قرآن کا کونسا پارہ ہے۔ میرے خیال مین حضرت یعقوب کو یہ قوت بدرجۂ اتم حاصل تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ قوت بینائی کے زوال کے بعد قوت شامہ ترقی کر جاتی ہے، میری رائے مین یہ تخصص نامناسب ہے، یہ ضرور ہے کہ کسی ایک قوت کے کمزور پڑجانے کے بعد دوسری قوت ترقی کر جاتی ہے، لیکن قوت شامہ کی ترقی کے لئے اندھا ہونا ضروری نہین۔ اگر قوت شامہ کو ترقی دیجائے تو مجھے یقین ہے کہ جرائم کی تحقیقات مین بہت سی سہولتین پیدا ہو جائینگی۔ چوپایون مین قوت شامہ بیحد قوی ہوتی ہے۔ روس مین کتے مقتول کا خون سونگھ کر قاتل کا پتہ لگا لیتے ہین۔ گھوڑون مین بھی یہ حس بہت قوی ہوتی ہے جن لوگون کو شکار سے دلچسپی ہے اونکو معلوم ہوگا کہ درندون کی موجودگی کا علم شکاری سے پہلے گھوڑون کو ہو جاتا ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ چوپایون مین بلی اور پتنگون مین شہد کی مکھی کی قوت شامہ بیحد قوی ہوتی ہے پروفیسر مرے نے (جو خیالی تموج کے بہت بڑے ناشر ہین) دوران تجربہ مین دو بار قوت شامہ کی

مدد سے بعض واقعات بتا دیئے۔

قوت لامسہ گو ابتک مغربی محققین نے اس مخصوص قوت کی جانب سے بے اعتنائی برتی ہے، لیکن پھر بھی جو ترقی ابتک ہوئی ہے وہ قابل تحسین ہے جن حافظ منگلی کا ذکر مین کر چکا ہون، وہ کپڑون کو چھو کر اونکا رنگ بتا دیا کرتے تھے۔ نابینا کی تعلیم کے لئے مغرب مین جو مدارس قائم کیے گئے ہین اون مین اس جانب خاص توجہ کیجاتی ہے۔ گو ابھی ابتدائی حالت ہے لیکن اب بھی لڑکے کاغذ کو چھو کر اوسکا رنگ بتا دیتے ہین۔ ابھی تک تو کتابین ابھرے ہوے حروف سے لکھی جاتی ہین، جنکو لڑکے آسانی سے پڑھ لیتے ہین، لیکن برلن کے مدرسہ کے مدرس اعلی مسٹر گلرٹ کا خیال ہے کہ "چند دنون کے بعد اس مخصوص طرز کتابت کی ضرورت باقی نہ رہیگی اور وہی کتابین جو آنکھ والے پڑھتے ہین، اندھون کے لئے بھی کافی ہونگی کیونکہ اوسوقت تک اونکی قوت لامسہ کو قوی بنانے کی کوشش کامیاب ہو جائیگی۔ ابھی چند دنون کی بات ہے کہ ایک شخص مسٹر ڈیوک نامی ہندوستان مین دورہ کر رہے تھے۔ وہ لکھنؤ مین بھی آئے تھے ہزارہا آدمیون کے ساتھ اونہون نے اپنی قوت لامسہ کے کرشمے دکھائے اونکے آنکھون پر پٹیان باندھ دیگئی تھین اور اسکا بخوبی اطمینان کر لیا گیا تھا کہ وہ دیکھتے نہین۔ اس حالت مین جو تحریر اونکے سامنے رکھدی گئی اوسے چھو کر انھون نے اسی طرح تیزی کے ساتھ پڑھا جس طرح ہم آپ دیکھکر پڑھتے ہین۔ انگلستان کے بعض محققین اس قوت کو (TELEPATLY) کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ بعض کا خیال ہے کہ انسان کی وسط پیشانی سے ایک شعاع نکلتی ہے جسے اگر ترقی دیجائے تو وہ بصارت کا کام دیتی ہے۔ کہین خود عامل موصوف نے ایک اخبار کے نمایندہ سے دوران ملاقات مین بتایا کہ یہ قوت لامسہ کی ترقی کا نتیجہ ہے۔ یورپین محققین کی رائے اسلئے اور بھی قابل قبول نہین معلوم ہوتی کہ دونون صورتون مین لمس کی ضرورت نہین ہے مگر ڈیوک موصوف بغیر انگلیون کی مدد کے کبھی نہین پڑھ سکتے تھے۔

قوت ذائقہ یہ انسان کی کثیف ترین قوت ہے۔ لیکن اگر اسے ترقی دیجائے تو اسکے لئے بھی میدان عمل بعید وسیع ہے میرا خیال ہے کہ یہ قوت قوت لامسہ سے بہت کچھ ملتی ہے اسلئے کہ ان دونون قوتون کا استعمال اعضاء جسمانی کے لگاؤ سے ہوتا ہے۔ آپکو متعدد ایسے لوگ معلوم ہونگے جو زبان سے چکھ کر کپڑون کا رنگ بتا دیتے ہین گو اونکی آنکھیں بند ہوتی ہین۔ مین نے ایک شخص کے متعلق سنا ہے (گو مجھے ذاتی واقفیت نہین) کہ وہ بغیر چھوئے صرف زبان کے مس سے یہ بتا دیا کرتے تھے کہ کون ہاتھ کس کا ہے۔

قوت باصرہ حضرت عمر کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے ایک بار خطبۂ جمعہ کے دوران مین حضرت ابو عبیدہ کو جو صدہا میل کے فاصلہ پر تھے غنیم کے خفیہ حملون سے متنبہ کیا یہ روحانی قوت کا کرشمہ ہے جسے کل تک ہم کرامت کہتے تھے لیکن آج تجربہ نے بتا دیا کہ یہ معمولی فعل ہے جو تھوڑی سی مشق سے ہر شخص کر سکتا ہے۔ ابھی کل کا واقعہ ہے کہ گسٹن اورین (Gaaton Aurien) نامی ایک شخص نے لندن مین اپنی مشق کے کرشمے

دکھائے۔ اوسکی آنکھون پر پہلے تو کاغذ چپکا دیا، اوسکے بعد ایک سیاہ پٹی باندھ دیگئی اور اس امر کا کافی اطمینان کر لیا گیا کہ حاضرین مین سے کوئی شخص اوسکا شریک کار نہین ہے۔ اسکے بعد گرمین نے تماشے شروع کئے، پہلے تو جو عبارت اوسکے سامنے لکھکر رکھدی گئی اوسنے اوسے پڑھدیا۔ اوسکے بعد مختلف رنگ کے پھولون مین سے ہر رنگ کے پھول علیحدہ کر دیئے اور بتا دیا کہ کون پھول کس رنگ کا ہے۔ سب سے زیادہ تعجب خیز تماشا یہ تھا کہ اوسنے اپنی آنکھون پر پٹی باندھکر نہایت تیزی سے موٹر چلائی اور گو اوسکی آنکھین بند تھین لیکن وہ پولس کانسٹبل کی تمامی ہدایات پر عمل کرتا رہا۔ اوسکا بیان ہے کہ خواہ اوسکی آنکھ بند رہے یا کھلی رہے اوسکے لئے دونون یکسان ہین۔

پروفیسر مرے (Murray) کا خیال ہے کہ کسی قسم کا فاصلہ یا پردہ اس قوت کے استعمال کے لئے مانع نہین ہے۔ اطالیہ کے ایک حکیم نے ایک آلہ کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کی آنکھون سے ایک مخصوص قسم کی شعاع نکلتی ہے اور یہ شعاع خیالات و جذبات کی ہے۔

قوت سامعہ پروفیسر فرڈیننڈ (Ferdinand) معلم حکمت میلان یونیورسٹی (اطالیہ) نے متعدد تجربات کے بعد یہ بیان دیا ہے کہ وہ نہ صرف دور کی آواز سن سکتا ہے بلکہ خیالات کو بھی سن سکتا ہے لاسلکی کی موجودہ ترقیان اس دعوی کا کافی ثبوت ہین۔

حکیم بوعلی سینا نے صدہا سال قبل یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ آواز سے مریض کا مرض معلوم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اوسکے ایک شاگرد نے اسکی کافی مشق بہم پہونچائی۔ اوسنے ایک بند کمرہ بنایا اور اوس مین ایک چھوٹا سوراخ رکھا مریض کو حکم تھا کہ وہ اس سوراخ سے صرف اپنا نام بتائے اور وہ نسخہ لکھکر پھینکدیا کرتا

فرڈیننڈ کور کا حسب ذیل تجربہ قابل غور ہے۔ اوسنے اپنے معمول کو پہلے تو ایک ایسے بکس مین بند کیا کہ لاسلکی کی موجون سے اوسکا دماغ محفوظ رہے، اوسکے بعد اوسنے معمول کے سر کے قریب ایک خود ساختہ آلہ رکھا اور اس آلہ سے اوسنے ایک لاسلکی ٹیلیفون کا تار نکالکر اپنے کانون مین لگایا۔ اسکے نتائج تعجب خیز تھے۔ الفاظ تو خیر نہین سنائی دیئے (اسلئے کہ کوئی گفتگو تو کرتا نہ تھا) مگر معمول کے دماغی حرکات کی سریلی باریک آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ پروفیسر موصوف کا یقین ہے کہ دماغ انسانی ایک برقی آلہ ہے اور اوسکے حرکات برقی مقناطیسی شعاعین ڈالتے ہین۔ آیندہ تجربات یہ بتائینگے کہ ان حرکات کی شعاعین فاصلہ پر کیونکر منتقل کیجا سکتی ہین

ڈاکٹر فرینک کیننگ ہیڈاک (Frank Channing Haddock) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "قوت ارادی" مین تمام قوائے انسانی کو ترقی دینے کی مشقین لکھی ہین۔ قوت سامعہ کی ترقی دینے کے متعلق وہ لکھتا ہے:۔

"ہمارے اردگرد ہزار ہا آوازین پیدا ہوتی رہتی ہین۔ ان آوازون کا تصادم کمزور آواز کو دبا کر قوی آواز کو ہمارے کانون تک پہونچاتا ہے شاید یہ بات آپکے تجربہ مین آئی ہو کہ اکثر شور و غل مین آپ کسی باریک آواز کو

نہین سن سکتے لیکن جب دوسری آوازون کی طرف سے غیر متوجہ ہوکر کسی مخصوص باریک آواز کو سننا چاہتے ہین تو وہ آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ اس طرح کسی آواز کو سننے کے لئے آپکو دو باتین کرنی ہوتی ہین۔

(۱) مخصوص آواز کی جانب ہمہ تن توجہ (۲) دوسری آوازون کی جانب عدم توجہ۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ اگر قوت ارادی سے کام لیکر ان دونون باتون کی مشق کی جائے تو انسان کوسون کی آواز سن سکتا ہے۔

آوازمین لہرین پیدا ہوتی ہین، اور یہ لہرین ہر سمت دوڑتی ہین، اگر کوئی دوسری آواز انسے متصادم نہو تو یہ ہزارہا کوس تک جا سکتی ہین''

ڈاکٹر موصوف نے اس کی چھ مشقین بتائی ہین جنکا بالاختصار ذکر خالی از فائدہ نہوگا۔ ہر مشق دس روز تک کم سے کم کرتی چاہیے، گھڑی کی آواز بہترین آواز مشق کے لئے ہے

(مشق نمبر۱) سب سے پہلے یہ غور کیجئے کہ آپکے کانون تک کتنی آوازین پہونچ رہی ہین۔ اون کو شمار کیجئے۔ سنئے اور ہر آواز مین امتیاز پیدا کیجئے پھر یہ دیکھئے کہ اون آوازون کا رخ کس جانب ہے، اونکے اسباب کیا ہین ان کے لہجے کیسے ہین، اونکی طاقت مین کیا فرق ہے، یہ سب معلوم کرنے کے بعد اونکو مختلف نوعیتون مین تقسیم کیجئے۔

(مشق نمبر۲) مختلف آوازون مین کسی ایک آواز کو منتخب کر لیجئے اور اوسکے ہر زیر و بم پر غور کیجئے۔

(مشق نمبر۳) ہر آواز مین مختلف و متعدد چھوٹی چھوٹی آوازین شامل ہوتی ہین۔ منتخب شدہ آواز مین سے باریک ترین آواز کو علحدہ کیجئے ایسا کرنے مین ایسی باریک آواز کا انتخاب بہتر ہوتا ہے جو دوسری آوازونسے ممتاز ہو۔

(مشق نمبر۴) منتخب شدہ باریک آواز پر غور کیجئے اور دوسری آوازون کو نظر انداز کیجئے۔

(مشق نمبر۵) اس باریک آواز مین ایک نغمہ ہوگا۔ اس نغمہ کے ساتھ دلچسپی پیدا کیجئے اور لطف سے سنئے

(مشق نمبر۶) رفتہ رفتہ فاصلہ کو بعید کرتے جائے

ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ دو ماہ کی مشق کے بعد ایک شخص نہایت آسانی کے ساتھ کوسون کی آواز سن سکتا ہے، موجودہ تحقیقات نے اس قوت انسانی کا پتہ چلایا ہے۔ یہ قوت تمام قوائے انسانی سے زیادہ سریع اور قوی ہے اور اسکے لئے ترقی کی بیحد گنجائش ہے ابتک انسانی دماغ کی کامل اور قابل اطمینان تشریح نہین ہوسکی ہے لیکن جسقدر بھی ہوسکی ہے اوس سے ہم نہایت مفید نتائج پر پہونچ سکتے ہین۔ کھوپڑی کے نیچے ایک بھورے رنگ کا مادہ ہوتا ہے اور اوسکے نیچے ایک سپید شے ہوتی ہے۔ اول الذکر دراصل متعدد چھوٹے چھوٹے شریانی نظام پر مشتمل ہے اور موخر الذکر کی بھی حالت وہی ہے صرف اسکے خانے پیچیدہ ہین بھورے رنگ کا مادہ تمام محسوسات انسانی کا مخزن و منبع ہے اگر یہ موجود نہو تو دماغ بیکار رہے، سپید مادہ کی حیثیت محکوم کی ہے بقول ڈاکٹر فریزر ہیرس (Fraser Harris) اگر سپید مادہ نہو تو دماغ کی بالکل وہی حالت ہوگی

جس طرح ٹیلیفون کی بغیر تارون کے ہوتی ہے - اور اگر بھورے رنگ کا مادہ نہو تو دماغ کی حالت اوس ریلوے کی ہو گی جو نہ کسی اسٹیشن سے شروع ہوتی ہے اور نہ کہین ختم ہوتی ہے -

دماغی محسوسات دو طرح کے ہوتے ہین ایک ظاہری اور ایک باطنی - قوی محسوسات کا اثر ظاہری ہوتا ہے اور ضعیف کا باطنی - اول الذکر کا احساس ہر عامی کو ہوتا ہے اور موخر الذکر کا احساس مخصوص لوگون مین ہوتا ہے - عام طور موخر الذکر کو ہم بوقت احساس محسوس بھی نہین کرتے لیکن اوسکا اثر دماغ پر قائم رہتا ہے جو کسی وقت ظاہر ہوتا ہے - یہی موخر الذکر قوت ہے جو ہمارے موجودہ مبحث کا موضوع ہے -

مسٹر جے - اس - ہیلڈین (J. S. Haldane) پروفیسر اکسفورڈ یونیورسٹی نے اخبار ویسٹ منسٹر گزٹ (Westminster Gazette) کے نمایندہ سے دوران ملاقات مین بیان کیا کہ انسان اپنے خیالات دوسرے شخص کے دماغ مین بآسانی منتقل کر سکتا ہے اور اسکا ذریعہ وہ آواز کی لہرین ہین جو باطنی محسوسات سے برآمد ہوتی ہین - پروفیسر موصوف اس قوت کو قوت سامعہ مین شامل کرتے ہین - لیکن مسٹر مرے (Murray) جنکا ذکر گزشتہ صفحات مین ہو چکا ہے اسکو علیحدہ قوت انسانی سمجھتے ہین - سر ولیم بیرٹ (Sir William Barrett) اف - آر - سی - اس - صدر انجمن روحانیات اس قوت کو روحانی قوت بتاتے ہین - موصوف کا خیال ہے کہ اسکا تعلق دماغ سے نہین ہے بلکہ یہ تو ''روحون کی گفتگو ہے''

بہر نوع اسکی جو صورت بھی ہو یہ امر مسلم ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے خیالات معلوم کر سکتا ہے خواہ وہ کتنی ہی دور کیون نہو پروفیسر مرے (Professor Murray) نے لندن مین اپنی اس قوت کے مشاہدات صدہا لوگون کے سامنے پیش کئے - فسر ڈینٹ ٹیکیز اہلی جنکا ذکر گذشتہ صفحات مین ہو چکا ہے وہ اسکو ''موج دماغی'' پر محمول کرتے ہین - لوئی کھن ( ) ایک جرمن عالم نے اپنی قوت کے اظہار سے ایک عالم کو متحیر کر رکھا ہے - لوئی موصوف مسٹر مرے کا ہم خیال ہے - ایک مجمع کے سامنے جس مین مسٹر بالفور ( ) سابق وزیر اعظم و وزیر خارجیہ موجود تھے لوئی نے ایک عورت کے خیالات من وعن بیان کر دے -

مسٹر جمس ڈگلس اس غیر معمولی واقعہ کے ناقل ہین کہ عین اوسوقت جب ایک شخص ڈیون (Devon) مین موٹر کے تصادم سے زخمی ہوا اوسوقت اوسکی مان نے اپنے شوہر سے کہا کہ ''میرا دل بیٹھا جا رہا ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شے مجھسے چھین لی گئی تصادم ۵ بجکر ۵ منٹ پر ہوا تھا اور اوسوقت مان سو رہی تھی - یک بیک وہ نیند سے چونک اٹھی اور اوسکے شوہر نے اوسکو تسلی دینے کی بیحد کوشش کی لیکن وہ برابر یہی کہتی رہی کہ اوسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا لڑکا کسی مصیبت مین مبتلا ہے -

اب آپ غور کرین تو اس واقعہ سے نہایت ہی مفید نتایج برآمد ہوتے ہین - ابتک صرف واقعات حاضرہ کا علم ہم اس کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ایک وقت آئیگا جب آیندہ واقعات کا بھی اس سے پتہ چل جایا

کریگا اور ممکن ہے کہ حضرت یوسف مین یہ قوت رہی ہو در اصل خواب کی حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ صدہا آیندہ واقعات کو خواب مین دیکھتے ہین اور وہی واقعات من وعن چند دنون کے بعد پیش آتے ہین - یہ ایسا واقعہ ہے کہ کسی تفصیل کا محتاج نہین محققین خواب کا خیال ہے کہ خواب بھی اسی قوت حسیہ کا نتیجہ ہے - اسوقت تک خواب کی صحیح ماہیت دریافت نہین ہو سکی ہے - لیکن میرا خیال ہے کہ جسوقت ہمنے اسکی کنہ کو دریافت کر لیا اوسوقت ہم بیداری مین بھی اس واقعات کو معلوم کر سکینگے -

خاتمہ اسقدر عرض کرنے کے بعد غالبًا آپ مجھسے متفق ہونگے کہ انسان کے قوا غیر محدود وسعت حاصل کر سکتے ہین - اور وہ زمانہ دور نہین جب انسان کی مکمل مادی ترقیان اوسے خدا سے قریب کردینگی - ایک ہندوستانی بزرگ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ نماز مین مشغول تھے تو ٹرین رک گئی - آج اسٹریلیا کا ایک مسمریزمی عامل چلتے ہوئے انجن کو روک کر بھی یہی تماشہ دکھا سکتا ہے

ذیل کے نقشہ سے مضمون بالا کی تشریح و تفصیل مقصود ہے

نمبر	معجزہ یا کرامت - بحوالہ صاحب معجزہ و کرامت (روحانی ترقی)	موجودہ مادی ترقیان بحوالہ واقعات و دلائل
۱	حضرت سلیمان کا ہوائی تخت	ہوائی جہاز اور جرمنی نے جو راکٹ ایجاد کیا ہے اوسکا مستقبل اور زیادہ ندرت آشنا ہے
۲	حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ مین مدتون رہنا اگر واقعہ ہو	ابھی چند دن ہوئے کہ جنوبی ہند کے ایک عامل نے یہ تماشا دکھایا کہ وہ گھنٹون زمین مین مدفون رہا - یہ حبس دم سے بآسانی ممکن ہے -
۳	حضرت داؤد کا نغمہ	نغمہ اور موسیقی کے اثرات ظاہر ہین - ماہرین فن کا یہ ادنی کرشمہ ہے کہ وہ راگ سے چراغ روشن کر دین، پانی برساوین اور لوگون کو بیہوش کر دین - چنانچہ فارابی کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ اوسنے اپنے راگ سے ساری محفل کو محو خواب کر دیا تھا - آواز کے اثر کی مختصر سی تفصیل عرض کر چکا ہون - ہر آواز مین لہرین پیدا ہوتی ہین جو فضا مین دور تک جاتی ہین - اور جذبات کے لحاظ سے ان موجون مین اختلاف پیدا ہو جاتا ہے - ماہرین فن کا خیال ہے کہ جذبات کے اختلاف کے ساتھ ساتھ موجون کے رنگ بدلتے رہتے ہین -

۴	حضرت یعقوب نے باوجود فاصلہ "پیراہن یوسفی" کی بو محسوس کر لی تھی۔	یہ صرف قوت شامہ کی ذکاوت پر منحصر ہے جسکی مثالین مین گزشتہ صفحات مین دے چکا ہون۔ قوت سامعہ کی ترقی کے لئے جو مشق دی گئی ہے وہی مشق اسکے لئے بھی مفید ہو سکتی ہے
۵	حضرت یوسف نے خواب فرعون کی صحیح تعبیر بتائی۔	جو لوگ تعبیر خواب کے اصول سے واقف ہین وہ اس واقعہ کو تعجب خیز نھین سمجھین گے۔ چونکہ ...... حضرت یوسف کی قوت متخیلہ بیحد قوی تھی اسلئے اُنکے دماغ کی موجین آئندہ واقعات کو محسوس کرتی تھین۔ انگریزی مین ایک ضرب المثل ہے کہ "آئندہ واقعات اپنا عکس سامنے ڈالتے ہین"۔ یہی وہ عکس ہے جسکا احساس حضرت کو تھا اور یہ صرف احساس کی ذکاوت پر منحصر ہے جو مشق سے حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسرا نہایت باریک نکتہ (جسے مین بخوف غلط فہمی کہنا نہین چاہتا تھا) یہ ہے کہ انسان کی موجودہ زندگی کے خود تین حصہ ہین۔ گذشتہ موجودہ۔ آئندہ۔ اور ہم ہر وقت بہ لحاظ ضرورت فطرت تینون زمانون مین رہتے ہین۔ آپکا مستقبل ہمارا ماضی ہے اور ہمارا ماضی آپکا حال ہے۔ فرانسیسی منجم کیمبلی فلیمی مران Camille Flam-marian کا خیال ہے کہ وقت و زمانہ کوئی واقعی حیثیت نہین رکھتے۔ وہ قحط جو فرعون کے لئے مستقبل تھا وہ حضرت یوسف کی نظرون مین حال تھا۔
۶	حضرت ابراہیم کا آگ مین نہ جلنا	اس قسم کے واقعات اکثر دیکھنے مین آتے ہین۔ ابھی حال کا واقعہ کہ ایک شخص نے یہی تماشہ جنوبی ہند مین دکھایا تھا۔ اسٹیٹسمین مورخہ ۸ر دسمبر سنہ ۲۹ء مین بھی اس قسم کا ایک واقعہ شائع ہوا ہے۔ آگ پر چلنے والون کی ایک جماعت نے اسٹریلیا مین یہ تماشہ دکھایا تھا جسکی صدارت پروفیسر سائیس (Sayce) نے کی تھی۔ اس جماعت کے ایک عامل نے یہ بیان دیا ہے کہ یہ مشق صرف حسن اعتقاد پر مبنی ہے۔ شراب و گوشت سے پرہیز لازم ہے اور خیال و عمل کی پاکی اسکے لئے

ضروری ہے۔

۷ حضرت عیسیٰ کی مسیحائی

آج قوت ارادی کا یہ ادنی کرشمہ ہے۔ مرض کی تکلیف تمام تر محسوسات انسانی کی ذکاوت پر منحصر ہے، جب تکلیف کا احساس نہیں تو مرض نہیں سنہ ۲۶ء مین ایک مصری عامل نے لندن مین اپنی قوت ارادی کے صدہا اس قسم کے تماشے دکھائے وہ مریض کو ہپناٹزم کے ذریعہ سے بیہوش کر دیتا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد مریض تندرست ہو جاتا۔ ایک لندن کے اخبار کے نمائندے سے دوران ملاقات مین اس نے بیان کیا کہ یہ بات مافوق الفطرت نہین ہے اور ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔ مین نے یہ مشق اس طرح کی کہ پہلے تو مین نے اپنے جسم کو آفتاب کی تمازت مین خوب جلایا۔ زبان کو اپنے حلق کے سوراخ مین ڈالدیا کرتا تاکہ پیاس نہ معلوم ہو۔ اس مشق کو اوسوقت تک مین نے جاری رکھا جب تک کہ مین خود کو اپنی مرضی سے بیہوش نہ کر لیتا۔ اس نے بڑے مجمع مین خود کو ایک بکس کے اندر بند کر کے زمین مین دفن کرا دیا اور پانچ روز تک دفن رہا۔

مار گزیدہ کے علاج کی تحقیقات کے دوران مین یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ اکثر وہ لوگ جو مردہ سمجھے جاتے ہین وہ واقعی مردہ نہین ہوتے۔ دماغ کے اندرونی درمیانی حصہ مین ایک خانہ ہوتا ہے جس سے جان بہت دیر مین نکلتی ہے، اکثر مریض پانچ روز تک اس حالت مین رہے ہین۔ جنرل سر جیمس ویکاکس نے اپنا ذاتی مشاہدہ اخبار ایوننگ نیوز (Evening News) مین بیان کیا ہے کہ ایک بچہ جسکو اوسکی مان نے مردہ سمجھکر چھوڑ دیا تھا اوسکو ایک ہمالیہ کے فقیر نے اچھا کر دیا۔

۸ معجزہ سنگریزہ و ابوجہل

گزشتہ صفحات مین مین عرض کر چکا ہون کہ ایک قوی الدماغ شخص دوسرے کمزور دماغ والے شخص کے خیالات پر کیونکر اثر قائم کر سکتا ہے ڈاکٹر بوس نے جب یہ نظریہ پیش کیا کہ نباتات مین جان ہے اور وہ بھی بیرونی اثرات محسوس کرتے ہین، تو دنیا کو حیرت ہوئی لیکن آج یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ چکا ہے کہ پودے گاتے ہین۔ حال کا نظریہ ایک

امریکن ڈاکٹر نے پیش کیا ہے کہ پتھر بھی جاندار ہوتے ہیں - چنانچہ "نغمۂ ریگستان" ایک بدیہی حقیقت ہے

۱۰ حضرت عمر کا ممبر سے ابو عبیدہ کو جو صدہا میل پر واقع تھے دشمن کے خفیہ حملہ سے متنبہ کرنا

گزشتہ صفحات مین اسکے متعلق مفصل بحث ہو چکی ہے

۱۱ حضرت علی کی کرامت در خیبر -

روحانی حس و ارادی طاقت کی طرح انسان کی جسمانی طاقت بھی غیر محدود ہے اور مشق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان صدہا من کے وزن بھی اوٹھا سکتا ہے - ایک قوی الجثہ شخص اگر مسمریزم کی مشق ... رکھتا ہے تو وہ انجن کو روک سکتا ہے - آسٹریلیا کے ایک عامل نے انجن کو روک کر دنیا کو محو حیرت کر دیا - عامل ممدوح انسان کے لئے شہوانی تعلقات کو بہت مضر بتاتا ہے -

۱۲ سعدی نے ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ شیر پر سوار ہو کر اور ہاتھ مین سانپ کا کوڑا لیکر چلتے تھے، جنھون نے اپنی اس قوت کی توجیہ یون کی تھی -

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

جن لوگون نے سرکس کے تماشے دیکھے ہین وہ اس کی حقیقت سے خوب واقف ہین آج مغرب مین شیر و دیگر درندون کا پالنا ایک عام مشغلہ ہے - متعدد عورتین سانپ پالتی ہین مین نے خود ایک شخص کو دیکھا ہے جو ہر وقت اپنی گردن مین سانپ ڈالے رہتا اور لطف یہ کہ اُن کے زہریلے دانت بدستور قائم تھے -

آزاد

اخبار الاندلس

یہ کتاب ترجمہ ہے اسکاٹ کی مشہور کتاب "ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ" کا جسے مولوی خلیل الرحمن صاحب نے حد درجہ کاوش اور محنت کے اردو مین منتقل کیا ہے مولوی صاحب موصوف اس سے قبل نفح الطیب و تاریخ الخلفا وغیرہ کا بھی نہایت کامیاب ترجمہ کر چکے ہین، اسکاٹ کی یہ کتاب سلطنت مور کی ایسی جامع و مکمل تاریخ ہے کہ مشکل سے کوئی کتاب اس موضوع پر ایسی مبسوط پیش کیجا سکتی ہے حقیقت مین یہ کتاب تمدن عرب سے بھی زیادہ ضروری ہے کاغذ کتابت طباعت بہترین -

قیمت جلد اول مجلد عہ حصہ دوم مجلد عہ حصہ سوم مجلد عہ مکمل سٹ عہ

"منیجر نگار لکھنؤ"

مطبوعات موصولہ

افادات سلیم مجموعہ ہے مولوی وحید الدین سلیم (مرحوم) کے چند مقالات کا جسے محمد سردار علی صاحب اڈیٹر تجلی حیدرآباد نے شایع کیا ہے۔ مولوی سلیم نے حیدرآباد مین بہ حیثیت پروفیسر اُردو ہونے کے اور اس سے قبل بہ حیثیت ایک کامیاب صحافی و ادیب ہونے کے جو خدمت اُردو زبان کی انجام دی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس لئے اب کہ وہ ہم مین نہین ہین، ہمارا فرض یہی ہونا چاہئے کہ ان کے خیالات و افادات ملک کے سامنے پیش کرین۔ بنابران ملک کو محمد سردار علی صاحب کا ممنون ہونا چاہئے کہ انھون نے اس کی ابتدا کردی ہے اور پہلی قسط مین وہ مضامین یکجا کردیئے ہین جو صحیح معنی مین "خدمت ادب" کہلائے جانے کے مستحق ہین۔

اس مجموعہ مین دس مضامین پائے جاتے ہین اور سب اپنی جگہ خوب ہین، لیکن تلمیحات پر جو افادات سلیم مرحوم نے پیش کئے ہین یا "ہندوستان کی عام زبان" پر جن خیالات و تدابیر کو ظاہر کیا ہے، وہ ایسے ہین کہ ہر شخص کے مطالعہ مین آنا چاہئے۔ قیمت ۱۲؎ ہے جو حجم کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہے۔ ملنے کا پتہ کتب خانہ مسجد چوک حیدرآباد ہے

عرب کی شاعری یہ بھی مولانا سلیم مرحوم کا ایک مضمون ہے جو علیحدہ کتابی صورت مین شایع کیا گیا ہے۔ اس مضمون مین عرب کے ایام جاہلیت کی شاعری کے ساتھ ساتھ عہد بنی امیہ کی شاعری کو بھی شامل کرلیا ہے اور عمومی تبصرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عربون کی شاعری، نہ صرف بہ لحاظ شعر بلکہ بہ اعتبار اخلاق و اطوار کیا چیز تھی۔ یہ مضمون شروع سے آخیر تک اسدرجہ دلچسپ، اسقدر مفید اور پُراز معلومات ہے کہ نہ اس کا مطالعہ دل پر بار ہوتا ہے اور نہ اس کے ختم کرنے کے بعد ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اسنے کوئی فایدہ اس سے نہین اُٹھایا۔ یہ رسالہ چھوٹی تقطیع کے ۵۶ صفحات کو محیط ہے اور ۱۲؎ مین کتب خانہ مسجد چوک حیدرآباد سے ملسکتا ہے

دیوان تابان میر عبدالحئی رضوی تابان، اس دور کے شاعر تھے جسنے دہلی کی شاعری کو حقیقی معنی مین شاعری کی حیثیت سے پیش کیا۔ میر و سودا کے ہمعصر تھے اور انھین کی طرح ذوق سلیم کے مالک تھے، لیکن وہ دونون عمر طبیعی کو پہونچے اور یہ عنفوان شباب ہی مین چل بسے۔ یہ وہی تابان ہین جن کے حسن و جمال کا ذکر مؤلف آبحیات نے اپنی عادت کے مطابق نہایت غیر محتاط طریقہ سے کیا ہے۔ یہ میرزا مظہر جانجانان کے نہایت محبوب مریدون مین سے تھے، لیکن میخواری کے اسقدر عادی تھے کہ آخر کار یہی مشغلہ ان کی جوانمرگی کا باعث ہوا۔ استاد حکمت میر حاتم کے شاگرد تھے اور تمام تذکرہ نویسون نے ان کی خوش فکری کی تعریف کی ہے۔ یہانتک کہ میر ایسا بد دماغ شخص بھی ان کی رنگین بیانی کا قایل ہے۔

ان کا دیوان کمیاب کیا نایاب تھا، لیکن اب سید بادشاہ حسن صاحب نے حیدر آباد کے متعدد قلمی نسخون کو فراہم کرکے اسے شایع کیا ہے اور شروع مین ایک بسیط مقدمہ و تبصرہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ جذبات کے لحاظ سے تابان کا جو رنگ ہے وہ اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے۔

عجب احوال ہے تابان کا تیرے — کہ رونا رات دن اور کچھ نہ کہنا

ملک کو جناب سید بادشاہ حسن صاحب کا ممنون ہونا چاہئے کہ انھون نے ایسی بے بہا چیز کو پبلک کے لئے وقف کر دیا۔ مین اس کو وقف ہی کہونگا جبکہ اس کی قیمت انھون نے حرف ایک روپیہ رکھی ہے۔ اس کا نسخہ بزم ادب نظام کالج حیدر آباد سے ملسکتا ہے

دلگداز افسانے — مولوی سید علی کوثر چاند پوری ملک کے نوجوان لکھنے والون مین سے ہین اور علاوہ فن طب کے جس کے وہ ماہر ہین ادبیات کا بھی پاکیزہ ذوق رکھتے ہین۔ یہ مجموعہ آپ ہی کے چند افسانون کا ہے جسے صدیق بک ڈپو لکھنؤ نے شایع کیا ہے۔ افسانون کی زبان صاف، پلاٹ ناقابل اعتراض اور سیرت نگاری مستحق ستایش ہے۔ شروع مین ایک مقدمہ بھی جناب کوثر نے لکھا ہے جس مین فن فسانہ نگاری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس کی قیمت عہ کچھ زاید ہے۔

معانی و بیان — مولوی محمد رفیع نے جو فاضل دیوبند بھی ہین اور جدید مشرقی امتحانات بھی پاس کر چکے ہین۔ یہ رسالہ مرتب کیا ہے موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ معانی و بیان، بدیع و عروض کے ضروری مسایل صاف و سہل زبان مین بیان کئے جائین اور مثالون سے بھی ان کو سمجھایا جائے۔ اس قسم کی کتابین ہرچند دلچسپ نہین ہوتین، کیونکہ انکا تعلق قواعد سے ہوتا ہے جو عموماً خشک ہوتے ہین، لیکن علمی حیثیت سے انکا مطالعہ ناگزیر بھی ہے۔ اس لئے ہم اس کتاب کو ہر حیثیت سے مفید کہنے پر مجبور ہین۔ یہ رسالہ رائے صاحب لالہ رام دیال اگروالہ الہ آباد سے عہ مین ملسکتا ہے۔

تذکرہ ریختی — جناب سید تمکین کاظمی حیدرابادی نے ریختی گو شعرا کا تذکرہ اس نام سے مرتب کیا ہے جس مین ۱۴ شعراء کا حال معہ انتخاب کلام درج کیا گیا ہے۔ ابتدا مین حسب دستور جدید ایک مقدمہ بھی شامل کیا گیا ہے جناب تمکین کی یہ سعی قابل قدر ہے۔ یہ تذکرہ ایک روپیہ مین مکتبۂ ابراہیمیہ حیدر آباد دکن سے ملسکتا ہے

مآثر دکن — یہ کتاب بلدۂ حیدرآباد و مضافات بلدہ کے آثار پر مولوی سید علی اصغر بلگرامی نے تحریر فرمائی ہے جو اس سے قبل وہان آثار قدیمہ کے ناظم تھے۔ سرزمین دکن جس طرح تاریخی حیثیت سے نوادر کی مالک ہے اسی طرح آثاری لحاظ سے بھی وہ گنج شائگان کا مرتبہ رکھتی ہے وہان کی تاریخ پر تو خیر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، لیکن آثار کے متعلق کوئی ایسی جامع، مستند، مکمل و مصور کتاب شایع نہین ہوئی تھی، جیسے ہمارے فاضل دوست مولوی اصغر بلگرامی نے

شایع کی ہے۔ معلوم نہین اس کا کریڈٹ جناب اصغر کو دیا جائے یا اُس خطۂ پاک بلگرام کو جس سے انھین نسبت حاصل ہے۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین مین قابل مولف نے جس تحقیق و تفتیش، جس کاوش و سعی سے کام لیا ہے وہ حقیقت یہ ہے کہ ایک ”ناظم آثار قدیمہ“ ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی تھی اور وہی شخص اس کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ ترتیب دے سکتا تھا، جو جناب اصغر کا سا صاف سلجھا ہوا دماغ اور صحیح مورخانہ ذوق رکھتا ہو۔ اس کتاب مین ۵۷ تصاویر بھی شامل ہین جنھون نے اس کی اہمیت و افادیت کو بہت زیادہ وزنی بنا دیا ہے۔ وہ حضرات جو تاریخ دکن سے دلچسپی رکھتے ہین، یا جو دکن کی سیاحت کرنا چاہتے ہین ان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ تاریخی کتابون کے ساتھ ساتھ اتنا ہی ضروری ہے، جتنا آج کل موسم گرما مین طعام لذیذ کے ساتھ آب خنک۔ اس کی قیمت چار روپیہ ہے اور مہتمم مکتبۂ یوسفیہ چھتہ بازار حیدر آباد دکن سے ملسکتی ہے۔

اس کتاب کا ایک انگریزی اڈیشن بھی ”Landmarks of the Deccan“ کے نام سے آپ نے شایع کیا ہے اور اس کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔

معاشیات

مولوی حبیب الرحمان صاحب ام اے۔ ال ال بی، مددگار پروفیسر معاشیات کلیہ جامعۂ عثمانیہ نے فن معاشیات (Economics) پر یہ قابل قدر کتاب اُردو زبان مین تحریر فرمائی ہے۔ یہ فن نہایت ہی خشک فن سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے مفید و کارآمد ہونے سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا۔

ہر چند اس فن پر اُردو مین یہ کوئی نئی کتاب نہین ہے، لیکن اختصار و جامعیت کے لحاظ سے یہ تالیف غالبًا بالکل پہلی چیز ہے۔

معاشیات کے جتنے اہم مباحث ہو سکتے ہین وہ سب بلا استثنا، مبادیانہ و غیر مبادیانہ حیثیت سے اس مین پائے جاتے ہین اور اس خصوصیت کے ساتھ کہ ہر شخص ادنیٰ غور و تامل کے بعد ان کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ کتاب مجلد شائع ہوئی ہے اور ([illegible]) مین مولف سے ملسکتی ہے۔

تاریخ الامت حصۂ ہفتم

مولانا اسلم جیراجپوری نے تاریخ اسلام کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، یہ جلد اس کا ساتوان حصہ ہے جس مین ترکی سلاطین کی تاریخ سے بحث کی گئی ہے۔ جو اسلوب بیان، انداز جمع و التقاط اس سے قبل کے حصون مین پایا جاتا ہے، اس مین بھی قایم رکھا گیا ہے اور ۱۲۰ صفحات مین سرسری طور پر وہ سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے جو قیام سلطنت ترکی سے لیکر اس کے زوال و انحلال تک بیان کیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب ایک روپیہ مین جامعۂ ملیہ دہلی سے ملسکتی ہے۔

فارسی بلگرام

مولوی سید علی اصغر بلگرامی مددگار معتمد عدالت و کوتوالی نے حیدرآباد کے شعبۂ جامعۂ معارف مین ایک لکچر فارسی زبان مین دیا تھا، جس کا موضوع قصبۂ بلگرام کے اکابر و فضلا کے علمی کارنامون پر روشنی ڈالنا تھا

اس مقالہ مین تقریباً ۱۳۲ اکابر بلگرام کے علمی و ادبی کارنامون پر تبصرہ کیا گیا ہے اور ایسے منتخب و پاکیزہ الفاظ مین جو ایک بلگرامی ہی کو میسر آسکتے تھے۔ اس کی قیمت ۶/ ہے اور فاضل مولف سے مل سکتا ہے

گلشن گفتار اردو شاعرون کے تذکرہ مین نکات الشعراء اور تذکرہ فتح علی گردیزی، بہت قدیم تذکرے سمجھے جاتے ہین اور علاوہ ان کے اُس عہد کا کوئی اور تذکرہ دستیاب نہ ہوا تھا، لیکن اب ایک اور تذکرہ اُسی عہد کا لکھا ہوا ملا ہے جس کا نام گلشن گفتار ہے اور جو ۱۱۶۵ھ مین ترتیب دیا گیا تھا۔ اس کا مولف خواجہ خان حمید اورنگ آبادی تھا جو عارف الدین خان عاجز کا شاگرد تھا۔ یہ تذکرہ بھی فارسی زبان مین ہے اور علاوہ قدیم دکنی شعراء کے شمالی ہند کے معاصر شعراء کا بھی ذکر اس مین کیا گیا ہے

جناب مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے نے اس کو مرتب کیا ہے اور ان کی تحقیقات مین یہ شعراء اردو کا اولین تذکرہ ہے۔ فاضل مرتب نے ساتھ ہی ساتھ ہر شاعر کے حالات کے ساتھ دوسرے قدیم تذکرون کے بیانات بھی شایع کر دیئے ہین جس سے یہ کتاب اور زیادہ مفید و دلچسپ ہو گئی ہے۔ اس کی قیمت ۱۲/ ہے اور مکتبۂ ابراہیمیہ حیدر آباد سے مل سکتا ہے۔

ہمارے رسول اس مختصر رسالہ مین نبی آخرالزمان کے حالات اور ان کی سیرت پر مبتدیانہ تبصرہ کیا گیا ہے تاکہ معمولی پڑھے لکھے اور بچے آسانی کے ساتھ سمجھ سکین۔ عبارت بہت سادہ و سلیس ہے اور طباعت و کتابت پسندیدہ۔ صحت روایات کا بھی کافی لحاظ کیا گیا ہے۔ قیمت ۶/۔ ملنے کا پتہ۔ جامعہ ملیہ دہلی۔

دیوان مجذوب حیدر آباد کے ایک صاحب حکیم میرنادر علی صاحب رعد ہین، جن کے کتب خانہ سے ایک دیوان فارسی "دیوان مجذوب" کے نام سے ۱۰۷۸ھ کا لکھا ہوا دستیاب ہوا تھا اور اب اس کو بعد طباعت شایع کیا گیا ہے۔ میرے پاس جو حصہ دیوان کا ریویو کے لئے آیا ہے وہ ردیف دال کا ہے۔ اس سے قبل کے حصے مین نے نہین دیکھے اور نہ یہ معلوم ہے کہ مجذوب کے متعلق کیا معلومات پہلے حصہ مین درج کی گئی ہین۔ مجذوب تبریز کے رہنے والے تھے اور میرنادر علی صاحب رعد کا خیال ہے کہ خواجہ حافظ شیرازی کے رنگ مین بے مثل کہتے تھے۔ مین نے ردیف دال کی غزلون کو جستہ جستہ دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مجذوب نے یقیناً حافظ کا تتبع کیا ہے اور کافی کیفیت و رنگینی کے ساتھ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہین کہ

نسبت شعر من و حافظ بگویم با تو چیست ہست انگشتے کہ کار سبحۂ صد دانہ کرد

لیکن میری سمجھ مین نہین آیا کہ اس سے مقصود انکا کیا ہے۔

تذکرہ نویس چونکہ مجذوب کے حالات سے ساکت ہین، اس لئے نہین کہا جا سکتا کہ حزین سے کتنے زمانہ قبل پائے جاتے تھے اور کن حالات مین کہان زندگی بسر کی۔ بہر حال چونکہ یہ دیوان نایاب تھا اس لئے ملک کو

ممنون ہونا چاہئے جناب رعد کا کہ انھون نے اس کو شایع کر کے ملک عام کر دیا۔ اس کے ابتدائی اجزاء اگر موصول ہوئے تو مکرر زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھ سکونگا۔ اس باب مین جو صاحب خط و کتابت کرنا چاہین حکیم صاحب موصوف سے وارڈی جنکشن کے پتہ پر کر سکتے ہین۔

جواہر اللغات ایک جیبی لغت ہے فارسی سے اردو کا جسے منشی بشمبھر دیال صاحب نے اس نام سے مرتب کیا ہے۔ اس لغت کی تقطیع تقریباً وہی ہے جو انگریزی مین "Gem" ڈکشنری کی ہے اور حجم ۵۰۰ صفحات کا ہے۔ ہر صفحہ مین کم و بیش ۴۰ الفاظ درج ہین اس لئے یہ لغت تقریباً ۲۰ ہزار الفاظ کا ہے جس مین قدیم و جدید دونون الفاظ شامل ہین۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے لغات مین تحقیق کا کوئی سوال نہین ہوتا بلکہ صرف اختصار کا ہوتا ہے اس لئے غلطیون کا امکان ضرور ہے۔ لیکن اس کے مفید و کار آمد ہونے سے انکار نہین ہو سکتا۔ جو حضرات فارسی زبان کا مختصر مگر جامع لغت رکھنا چاہتے ہین ان کے لئے اس کی خریداری ضروری ہے خصوصیت کے ساتھ طلبہ کہ ان کو اس سے استفادہ کرنے مین بڑی سہولت ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب ۱۲ مین رام نراین لال کتب فروش الہ آباد سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

زنگاری بیگم لیڈی از ٹیور فرانسیسی زبان کا مزاحیہ ڈراما ہے جسے ڈاکٹر اس۔ اس نہرو پی ایچ ڈی نے انگریزی زبان مین منتقل کیا تھا اور انگریزی سے اردو مین ہمارے فاضل شاعر جناب اثر لکھنوی نے زنگاری بیگم کے نام سے نظم مین منتقل کیا ہے،

جناب اثر ایسے کہنہ مشق اور پُرگو شاعر ہین کہ جس حد تک نظم کرنے کا تعلق ہے ان کی اس سعی کے متعلق کسی کو گفتگو کی گنجایش ہو ہی نہین سکتی، لیکن مجھے حیرت اسپر ہے کہ باوجود اپنے عدالتی مشاغل کی کثرت کے کیونکر انھون نے اتنا وقت نکال لیا۔ یہ ڈراما مجلد شایع ہوا ہے اور ۱۲ مین سرفراز قومی پریس لکھنؤ سے ملسکتا ہے۔

نقش و نگار جناب جلیل احمد قدوائی کی نظمون اور غزلون کا مجموعہ ہے جو ایک روپیہ مین مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ سے ملسکتا ہے۔ جناب جلیل غزل مین حسرت موہانی کا تتبع کرتے ہین اور نظمون مین اپنی غزل سرائی کا اس لئے غزلین اور نظمین دونون خوب کہتے ہیں۔

رسالہ جن نہ خریدئے لیکن کم از کم اسکے مضامین کی فہرست تو دیکھ لیجئے

مارچ، اپریل اور مئی کے پرچون مین حسب ذیل مضامین شائع ہوئے ہین۔ تنویم۔ غیر معمولی تمثیل۔ بھوت پریت۔ خواب کی دنیا۔ مقناطیسیت اور جسم ہیجانی۔ مسمریزم حقیقت پس پردہ۔ روحانی تحقیقات کی تاریخ۔ مسئلہ تناسخ۔ کیا ہم مُردون سے باتین کر سکتے ہین۔ ایک انسانی کی روح۔ مشاہدات و تجربات اقتباسات۔ (سالانہ چندہ عہ ہے ششماہی خریداری کا قاعدہ نہین ہے) "منیجر نگار"

باب المراسلۃ والمناظرہ

(بلقیس رعنا۔ ۱۸۰۔ پھول گلی۔ بمبئی)

نیاز بے نیاز

"مسٹر" لکھنا آپ کی توہین ہے اور مولانا کہنا آپ کی چڑھ ۔ اس لئے صرف نیاز پر اکتفا مناسب تھا۔....... .... مگر بے نیاز کے اضافہ سے تھوڑی سی شاعری بھی صرف کر دیگئی معلوم نہین آپ اس کو پسند کرتے ہین یا نہین۔

مین عرصہ سے اُن تمام انقلابات کا مطالعہ کر رہی ہون جو تدریجاً آپ کے ذہن و دماغ مین پیدا ہوتے جاتے ہین اور نہین کہہ سکتی کہ ان کا سلسلہ کب اور کس طرح ختم ہوگا۔ لیکن اگر مین قیاس سے کام لون تو کہہ سکتی ہون کہ آپ بہت جلد خدا اور خدا کی آخری الہامی کتاب سے بھی انکار کرنے والے نظر آتے ہین جس کا ثبوت ماہ جون کے استفسار کے جواب مین بہ آسانی مل سکتا ہے ۔

مین آپ کی آزادانہ تنقید کو یقیناً پسند کرتی ہون، لیکن مجھے ابھی تک اس جذبہ کی حقیقت کا علم نہین ہوا جو اصل باعث آپ کے موجودہ مذہبی لٹریچر کا ہے۔ کیا آپ اس پر کوئی روشنی ڈالکر، مجھے "ظن و گمان" کی معصیت سے بچا لین گے ؟

بہرحال، مین یہ کہنے سے باز نہین رہسکتی کہ اگر آپ کے تمام مقالات حقیقتاً خلوص نیت پر مبنی ہین تو مین خدا سے انکار کرنے کی حد تک بھی آپ کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہون، اور اگر آپ کسی مصلحت سے فی الحال اُس بات کا اظہار نہین کرنا چاہتے جو چند ماہ یا چند سال بعد آپ پیش کرنے والے ہین تو مین آپکو مشورہ دونگی کہ اس پردہ مصلحت کو فوراً چاک کر دیجئے اور جو اصل مقصود ہے اسے ابھی ظاہر کر دیجئے، کیونکہ مین آپ مین اخلاق کی اتنی کمزوری بھی دیکھنا پسند نہین کرتی

(نگار) آپ نے اپنے تو خیر مسٹر اور مولانا کا قصہ پیدا کرکے لیے نیازانہ انداز مین کچھ شاعری سے کام لے بھی لیا، لیکن مین کیا کرون جبکہ مجھے یہی علم نہین کہ آپ مسز ہین یا مِس، ماسٹر ہین یا مسٹر۔

بقول اکبر الہ آبادی یقیناً نہ مین مسٹر ہون نہ مولانا اور اس لئے مین بہت خوش ہوتا اگر آپ اس نیازمند کو...... صرف نیاز کے لفظ سے یاد کرتین لیکن آپ نے بے نیاز کے اضافہ سے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اس کو عطیہ جان کر قبول کر لون، یا طعن سمجھکر اس کے واپس لینے کی استدعا آپ کے حضور مین پیش کرون۔ مین اس وقت شاعری سے کام نہین لے رہا، اس لئے یہ

"ردو قبول" کا قصہ بھی پیش آیا، ورنہ "تسمیہ و خطاب" کے متعلق ایک عربی شاعر مجد الدین طوسی عجیب و غریب دلنشین نکتہ بتا گیا ہے کہ۔

اصم اذا نودیت باسمی و اننی اذا قیل لی یا عبدھا، لسمیع

لا تدعنی الا "بیا عبدھا" فانہ اشرف اسمائی لہ[۱]

چہ جائیکہ آپ خود کوئی نام تجویز کریں اور میں اسے گردن جھکا کر قبول نہ کروں "نازم بہ بندگی کہ نشانے نہادۂ" میری طرف سے "پسندیدگی و عدم پسندیدگی" کی خلش میں آپ کے وشمن مبتلا ہوں۔ جب تک "خونِ دو عالم" اپنی گردن پر لینے لے دنیا میں موجود ہیں آپ کیوں اپنی "عشق" کی ناکامی کے خیال سے فکر مند ہوں۔

جلوہ بر خود کن و ما را بہ نگاہے دریاب

۲- "آپ عرصہ سے میرے ذہنی انقلابات کا مطالعہ کر رہی ہیں"! اس سے زیادہ خوش بختی میری اور کیا ہو سکتی ہے "خستگان را دل بہ پرسشہائے پنہان بردۂ" لیکن معاف فرمائے اگر میں عرض کروں کہ آپ نے میرے "انقلابات ذہنی" کے انجام پر صحیح رائے زنی نہیں فرمائی اور آپ بھی وہی کہنے لگیں جو دنیا کہہ رہی ہے۔

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے

اگر آپ باور کریں تو کہوں کہ میں دنیا میں ہر چیز سے انکار کر سکتا ہوں، یہانتک کہ آفتاب کے طلوع و غروب کا بھی انکار کر سکتا ہوں جو کائنات کا روشن ترین مشاہدہ ہے، لیکن خدا کا انکار مجھ سے ممکن نہیں، کیونکہ اس کی عظمت و جلال اس کی وسعت و پہنائی، اسکی ابدیت و لانہایت کا علم مجھے نہایت عمیق مطالعہ کے بعد حاصل ہوا ہے اور میں اسکو اسدرجہ عزیز رکھتا ہوں کہ شاید ہی اپنی جان کو بھی کافی معاوضہ اس "لطف و اکرام" کا قرار دوں جو "فطرت صحیحہ" نے اس اعتقاد راسخ کی صورت میں مجھے ارزانی فرمایا ہے۔ حیرت ہے مجھے لوگوں کی بے بصری اور کوتاہ فکری پر کہ وہ خدا، کو خدا کہتے ہیں اور پھر بھی "سطحیات مذہب" پر جان دیتے ہیں۔

خدا نام ہے "خالق کُل" کا لیکن مذہب والوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے کا نام علیٰحدہ علیٰحدہ خدا، رکھ لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں خدا نام ہے "محبت" کا اور "محبت" ہی سے کائنات کو معمور ہونا چاہئے کہ یہی ہے اصل مفہوم خدا کے "محیط" ہونے کا، مگر مسجد و مندر کی پوجا کرنے والے سمجھتے ہیں کہ خدا ایک آتشیں حربہ ڈالا دیوتا ہے جس کے منہ سے چنگاریاں اور نتھنوں سے شعلے نکل نکل کر سوائے ایک مخصوص طبقہ کے دنیا کو خاک سیاہ کر رہے ہیں۔ بہرحال خدا کا جو مفہوم میں نے قرار دیا ہے وہ صرف اس صورت سے پورا ہوتا ہے کہ ایک مذہب کا مفہوم صرف اخوت عامہ قرار دیا جائے

لہ[۱] جس وقت لوگ میرا نام لیکر پکارتے ہیں تو میں بہرا ہو جاتا ہوں اور جب "اے فلاں کے غلام" کہکر پکارتے ہیں تو میں سن لیتا ہوں۔ اسلئے اے لوگو مجھے تو تم "اس کا غلام" ہی کہکر پکارا کرو کہ میرا یہی نام سب سے زیادہ بہتر ہے۔

اور کلام مجید کے مطالعہ سے مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس نے اسی مقصد کی تعلیم دی ہے اور اسلام کا صحیح درس یہی ہے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کن اسباب کی بنا پر آپ کو میری نیت کے خلوص کی طرف سے ریب و شک پیدا ہوا، کیونکہ وہ شخص جو تمام افراد نوعِ انسانی کو ایک ہی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے، اس کے حق میں تو غرض و مصلحت کے سوال کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ ہاں، البتہ اگر آپ کو میرے مقصود کی طرف سے کوئی شبہ پیدا ہوتا ہو، تو بیشک آپ کا یہ فرمانا ایک حد تک معقولیت پر مبنی ہو سکتا ہے۔

۳- میں گزشتہ ماہ کے استفسار کا جواب دینے کے بعد سمجھتا تھا کہ بعض حضرات اُس سے وہی نتیجہ نکالیں گے جو آپ نے فرمایا، لیکن میں اس کا جواب دینے پر مجبور نہیں ہوں، جبتک اس مسئلہ میں منھ کھول کر کوئی بات نہ کیجائے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید کے اسرائیلی قصص کو "واقعات تاریخی" کی حیثیت سے ثابت کرنے کا مدعی ہے تو اس کو چاہئے کہ پہلے ان باتوں کا جواب دے، جنھیں میں نے بائبل کے سلسلہ میں ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد میں ظاہر کروں گا کہ قرآن مجید میں ان قصص کو کس انداز سے اور کس مقصود کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

۴- آپ نے آخر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر میں یہ سب کچھ خلوص نیت کے ساتھ کہتا ہوں تو آپ منکر خدا کی حیثیت سے بھی میرا ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ اس کے متعلق سوائے اسکے کیا عرض کروں کہ میں تو اپنے خیال کے مطابق جو کچھ کہتا ہوں وہ خلوص نیت ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب آپ میرا ساتھ نہ دیں تو یہ میری بدقسمتی ہے۔ لیکن اگر آپکی معیت کی تنہا شرط خدا کا انکار ہے، تو آئے یہ بھی کر دیکھیں۔

من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

اردو جواہر پارے

خاک پروانہ منشی پریم چند کے لاجواب فسانوں کا مجموعہ قیمت (عہ)

نوائے اسیر طالع محمد صاحب کی ایک دلفریب نظم قیمت (۲ر)

نقش ارژنگ محمد جلیل الدین صاحب اکبری کی غزلیات کا بہترین مجموعہ قیمت (عہ)

طرز زندگی - جناب نسیم صاحب نہٹوری اڈیٹر انکشاف کی خانگی معاملات پر ایک بہترین کتاب ہے جو افسانے کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ قیمت (عہ)

ادبی خطوط غالب جناب مرزا محمد عسکری صاحب تصنیفی سلسلے کی لاجواب تصنیف غالب کے خطوط اس سے بہتر شکل میں اب تک نہیں شائع ہوئے۔ اس کتاب کی تمام خوبیاں ملاحظہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہیں۔ قیمت (عگ)

منیجر نگار نظیر آباد لکھنؤ

باب الاستفسار

زحمت و تکلیف کا محل استعمال

(جناب عاصی - ناگپور)

"سارا ہندوستان جس مقام پر لفظ تکلیف استعمال کرتا ہے وہاں اہل لکھنؤ کی جدت طرازی نے لفظ زحمت کو اختیار کر لیا ہے۔ صرف اہل لکھنؤ ہی اگر اُسے استعمال کئے جاتے تو چنداں مضائقہ کی بات نہ تھی کیونکہ اُنکی دنیا ہی گومتی کے کنارے پر الگ آباد ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس اختراع کو لکھنؤ کے غیر لکھنوی شعراء بھی قبول کر چکے ہیں۔ اور کبھی کبھی آپ خود بھی اسکے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ہمیں بغرض تحقیق آپ کے باب الاستفسا کھٹکھٹانا پڑا۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے اسکی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ لفظ تکلیف اور زحمت اگرچہ دونوں قریب المعنے ہیں لیکن ابتک استعمال میں فرق رہا ہے۔ لفظ تکلیف تکلف کے معنے میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ یعنے تکلیف اختیاری اور غیر اختیاری دونوں جگہ اسکا استعمال تھا۔ لیکن لفظ زحمت کا استعمال ہمیشہ مجبوری اور پریشانی ہی کے لئے تھا۔ مثلاً زحمت سفر۔ زحمت مرض۔

"زحمت بہ یک نقطہ زحمت شود"

اب جو یہ لفظ ذرا سی تکلف کے لئے بھی استعمال ہونے لگا ہے تو میرے خیال کے مطابق اس لفظ کی خصوصیت جاتی رہی۔ اور اگر کسی شخص کو تکلیف کا مرتبہ بڑھا کر بتانے کی ضرورت ہو تو وہ کسی لفظ مفرد میں نہیں بتا سکتا اسطرح وسعت لسانی بھی زحمت میں پڑ گئی۔

لکھنؤ کے ایک غیر لکھنوی شاعر کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔

شعر:- آپ کے پاؤں کے نیچے دل ہے ... اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی

مجھے اس کے متعلق یہ کہنا ہے کہ زحمت بھی اور ذرا کچھ سمجھ میں آنیوالی بات نہیں۔ بولتے تو یوں ہیں کہ ذرا تکلیف کیجئے یا بڑی زحمت ہوئی۔ "اک ذرا آپ کو زحمت ہوگی"

یہ کیا بات ہوئی۔ اس لئے التماس ہے کہ ازراہ عنایت تھوڑی سی تکلیف فرما کر یا بڑی زحمت گوارا کر کے آپ ان دونوں الفاظ پر روشنی ڈالئے۔ اور بتایئے کہ ان دونوں الفاظ میں نسبت تطابق ہے یا تباین۔ عام خاص من وجہ

یا عام خاص مطلق۔ اور جس تعمیم کے ساتھ تکلیف کے تکلف کو اُٹھا کر اہل لکھنؤ زحمت آرائی فرما رہے ہین اسکے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

(نگار) مجھے اس کا علم نہین کہ اہل لکھنؤ لفظ تکلیف زیادہ استعمال کرتے ہین یا لفظ زحمت، لیکن یہ بالکل واقعہ ہے کہ مین ہمیشہ زحمت ہی استعمال کرتا ہون اور جس محل پر اُردو مین لفظ تکلیف بولا جاتا ہے، اسے غلط سمجھتا ہون۔

یہ دونون لفظ عربی کے ہین، اس لئے اُصولاً سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اس زبان مین انکا محل استعمال کیا ہو۔ عربی مین زحمت، زحام، اور ازدحام سب کے معنے انبوہ یا بھیڑ کے ہوتے ہین۔ اور تکلیف کہتے ہین کسی ایسے کام کا حکم دینے کو جس کا انجام دینا بہت شاق ہو۔ یہان تک کہ ٹیکس عائد کرنے کے لئے بھی وہان لفظ تکلیف ہی استعمال ہوتا ہے۔ تکلف کہتے ہین کسی محنت شاقہ کے برداشت کرنے کو۔

اس لئے یہ بات ظاہر ہے کہ زحمت اور تکلیف دونون لفظ اُردو مین اپنے حقیقی معنے سے ہٹ کر استعمال ہوتے ہیں فارسی مین لفظ تکلیف تقریبًا اپنے حقیقی معنے مین استعمال ہوتا ہے۔ سوائے اسکے کہ وہ لوگ صرف حکم کرنے کے مفہوم میں بھی بولتے اور لکھتے ہین مرزا صائب لکھتا ہے:۔

تکلیف توبہ ہر کہ در ایام گل کند ✲ خونش بخاک ریز کہ از اہل بدعت ست

درویش والہ ہروی کا شعر ہے:۔

ہشدار کہ مقتضائے پیری ✲ تکلیف کند بہ گوشہ گیری

دونون جگہ تکلیف بہ معنی امر کردن (حکم دینا) استعمال ہوا ہے۔

فارسی مین لفظ زحمت کا استعمال البتہ مجازی صورت سے بہ معنی رنج و مشقت آتا ہے۔

نظیری لکھتا ہے:۔

حسن تو زیور تو بس ست این قدر چرا ✲ بر گوش و سینہ زحمت زیور نہادہ

اُردو مین ان دونون لفظون کا استعمال فارسی سے آیا ہے، اس لئے یہ ظاہر ہے کہ جس موقعہ پر اُردو مین لفظ تکلیف استعمال ہوتا ہے، وہ فارسی کے بالکل مخالف ہے، البتہ زحمت کا استعمال فارسی کے مطابق ہوتا ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ پہلے بجائے تکلیف کے لفظ تکلف استعمال ہوتا ہوگا۔ (جو بالکل صحیح ہے) لیکن ابجد کو غلطی سے ان دونون کو ہم معنے سمجھ کر تکلیف کا استعمال بجائے تکلف کے ہونے لگا۔

اس لئے اگر گفتگو ہو سکتی ہے تو تکلف و زحمت کے درمیان نہ کہ تکلیف و زحمت کے باب مین۔ کیونکہ تکلیف بالکل غلط معنے مین استعمال ہوتا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ تکلف اور زحمت مین محنت شاقہ کس لفظ سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے تو لغوی تحقیق اس کی مؤید ہے کہ تکلف زیادہ محنت کو ظاہر کرتا ہے اور زحمت مین نسبتاً اس کی کمی ہے۔ کیونکہ تکلف تکلیف کا نتیجہ ہے جس کے معنے ہین "ناقابل برداشت کام کا حکم دینا" اور زحمت مجازی معنی مین صرف اس قسم کی ہلکی اُلجھن یا کشاکش کو ظاہر کرتا ہے جو ایک بھیڑ یا ہجوم مین ہوا کرتی ہے۔

آپ نے جو شعر درج فرمایا ہے، اس مین کوئی معنوی خرابی نہین پائی جاتی۔ لفظ زحمت یون بھی ادنےٰ قسم کی محنت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اک ذرا کا اضافہ کرنے سے اس مین اور تخفیف پیدا ہو گئی۔ اور یہی مدعا شاعر کا ہے "اک ذرا" لکھنؤ کا خاص محاورہ ہے اور بجائے لفظ تکلیف کے زحمت کا لفظ استعمال کرنے مین یہ لوگ بالکل حق بجانب ہین۔ اور محض اس لئے کہ وہ گومتی کے کنارے رہتے ہین۔ (جو آپ کے نزدیک شاید کوئی بڑی معیوب بات ہے) ان کے "صحیح" کو "سقیم" نہین کہہ سکتے

اور اگر لفظ "تکلیف" متعدی معنے کے ساتھ ہی اُردو مین استعمال کیا جائے اور کھینچ تان کر اس کا مفہوم محنت مشقت کا پیدا کیا جائے، تو بھی ظاہر ہے کہ بہ نسبت زحمت کے اس مین پریشانی و مجبوری کا مفہوم زیادہ قوی پایا جاتا ہے جو آپکے دعوے کے بالکل خلاف ہے۔

جنوری سنہ ۳۱ء کے رسالہ کے متعلق ایک تجویز

گزشتہ تین سال سے نگار کا جنوری نمبر تقریباً دوچند ضخامت کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے سنہ ۲۸ء کا پہلا پرچہ مومن کیلئے مخصوص تھا، سنہ ۲۹ء کے جنوری نمبر مین سنہ ۲۲ء کی جلد کا اقتباس تھا۔ اور سنہ ۳۰ء کا جنوری نمبر ظفر کے لئے وقف کیا گیا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ سنہ ۳۱ء کا جنوری نمبر کیا ہو؟ پہلے مینے یہ خیال کیا تھا کہ اسکو مصحفی کیلئے مخصوص کر دیا جائے۔ لیکن اب یہ خیال مضمحل ہو گیا ہے اسلئے کہ اول تو مصحفی پر ایک طویل مضمون نگار مین نکل چکا ہے، دوسرے یہ کہ مجھے اسکا یقین نہین کہ لکھنے والے اسطرف توجہ کرینگے اور تیسرے یہ کہ ناظرین نگار، شاعری کے قصہ کو زیادہ پسند بھی نہین کرتے۔ پھر اب کیا ہونا چاہئیے؟ میری دو تجویزین ہین۔ ایک یہ کہ جنوری سنہ ۳۱ء کا پورا پرچہ میرے ہی مضامین سے پُر ہو اور دوسرے یہ کہ اسوقت تک کے باب الاستفسار کے تین حصہ کرکے ایک حصہ جنوری سنہ ۳۱ء مین شائع کر دیا جائے گویا اسطرح تین سال کے اندر استفسارات کا پورا مجموعہ لوگون کے پاس پہونچ جائیگا۔ ہر چند اس مین میرا تجارتی خسارہ کھلا ہوا ہے۔ لیکن مین اس خسارہ کو برداشت کرون گا۔ کیونکہ اسطرح مین آسانی سے اور جلد، پبلک کی ایک بڑی خواہش کو پورا کر سکون گا۔

بہرحال مین آپ حضرات سے رائے طلب کرتا ہون کہ ان مین سے کس تجویز پر عمل کیا جائے۔

نیاز

منکرانِ خدا سے خطاب

گذر چکا ہے وہ دور مجھ پر بھی جس مین اب تم گھرے ہوئے ہو
خدا سے غافل، خودی کے بندے حقیقتون سے پھرے ہوئے ہو
تمھین خبر ہے، کہ مین سمجھتا ہون کیا، ان اوقاتِ زندگی کو
وہ خود پرستی کے تلخ لمحے کہ زہر ہین نفس آدمی کو

وہ میرے دل کی تجلیون کو غبارِ ظلمت بنا رہے تھے
وہ میرے اجزائے زندگانی پہ موت کی طرح چھا رہے تھے

چمن کے سینہ مین گرچہ رشحِ تبسمِ فصلِ گل رواں تھی
مگر میری شب پرستیون پر ضیائے حسنِ سحر گران تھی
ہزار عرش، اپنے بازوؤن پر، اگرچہ فطرت اٹھا رہی تھی
تلاشِ ناکام مجھکو لیکر عمیق غارون مین جا رہی تھی

مری نگاہون مین بے حقیقت نشاطِ جاوید کے خزانے
مری سماعت پر اک نوائے گران نشین سرمدی ترانے

مگر وہ حالت بدل چکی ہے، وہ اب زمانہ گذر چکا ہے
تاثراتِ خودی سے لبریز تھا جو نشہ اتر چکا ہے
اب ان حقائق سے تم سبق لو، یہ راز میری نظر سے پوچھو
جو آبِ حیوان کی جستجو ہے تو بھید اس کا خضر سے پوچھو

کہ مدتون مین رہا ہون سرشارِ تشنہ بادۂ خودی مین
بظاہر آزادہ کار لیکن خدائے باطل کی بندگی مین

اگرچہ اک واقعہ ہے لیکن بہت گران ہے بیان اسکا
وہ وقت اب جبکہ یاد کرنے سے کانپ جاتا ہے قلب میرا
جو تیرگی رہ گئی ہو باقی حریمِ دل مین وہ دور کر دے
کریم! اپنے کرم کا صدقہ معاف میرا قصور کر دے

یہ مین نے مانا کہ ایک مدت سے کر رہی ہے تلاش دنیا
مگر یہ "خلقت" ہے راز ایسا جسے کوئی آجتک نہ سمجھا

اگرچہ انسان بہت ہوئے ہین، پیامِ فطرت سنانیوالے رہِ حقیقت دکھانے والے، خرد کی شمعین جلانے والے
مگر ابھی تک کسی نے کھولا نہ قلبِ ہستی پہ راز اسکا رہا ہے یہ انسان کی دسترس سے بعید تر امتیاز اس کا

نہ صرف تخلیق ہی وہ عقدہ دماغ جس مین اُلجھ رہا ہے
طلسم ہے اک طلسمِ دنیا کہ ہر نفس دانش آزما ہے

کبھی کوئی شئے لباسِ حق مین حیات کا درس دے رہی ہے کہین حقیقت کو دیکھتے ہین کہ آخری سانس لے رہی ہے
بہت شیاطینِ انس جنکا ہر اک نفس زہر اُگل رہا ہے بہت ہین ایسے نفوسِ قدسی جنھین زمانہ کچل رہا ہے

ہوا کہین کشتگانِ حسرت کی شمعِ محفل بجھا رہی ہے
اجل کسی نوجوانِ صالح کا نقشِ ہستی مٹا رہی ہے

وہی کلی، زینتِ گلستان جو شب کے دامن مین کھل چکی تھی اُسی کو دیکھا کہ صبح ہونے سے قبل مٹی مین مل چکی تھی
ابھی جہان بارشِ طرب تھی جنین غنچے چٹک رہے تھے پلک جھپکتے! اُسی چمن مین خزان کے شعلے لپک رہے تھے

جسے زمانہ کی سادہ لوحی، پیامِ عشرت سمجھ رہی تھی
کھلا، کہ آوازِ جوئے خون، یا مہیب جھنکار تیغ کی تھی

یہان وہ انسان نمادرندے اِفروغ ہر سمت پا رہے ہین جو خون کی بیقرار موجون سے پیاس اپنی بجھا رہے ہین
یہ ہر طرف ابتری ہی کیسی، یہ محشرِ فتنہ ساز کیا ہے؟ خدا اگر ہے، تو اس ہجومِ ملال و عبرت کا راز کیا ہے؟

حیات آئین منضبط ہے تو کچھ کہین انتظام بھی ہے!!
خدا ہے گر حکمرانِ عالم، تو کوئی اُسکا نظام بھی ہے!!

یہی ہین وہ اعتراض جنپر خدا سے انکار کی بنا ہے انھین کے سایہ مین کفر و الحاد کا جہنم دہک رہا ہے
کہا کسی نے کہ ”قومِ بزدل“ خدا کا اقرار چاہتی ہے کہ آرزو مندِ فتح یابی حیات بیدار چاہتی ہے

کوئی تو ہم کی روشنی کو سمجھ رہا ہے چراغِ منزل
کسی کی آنکھون پہ ہے حجاب نگاہِ حکمت کا زعمِ باطل

گمان کسیکا کہ اہلِ دانش جو اس سے پہلے گذر گئے ہین وہ خیر و شر کیلئے مرتب یہان اک آئین کر گئے ہین
جو ماہرانِ حیات، رفتارِ نبضِ فطرت سمجھ رہے تھے زمین پہ اک ربِ آسمانی کا رازِ حکمت سمجھ رہے تھے

کہین یہ طوفانِ معصیت کی تباہ کن رو مین بہ نہ جائین یہ اسلئے تھا، جہان، ہین انسان بنکے حیوان رہ نہ جائین
مگر اب اس وادیٔ خطر سے گروہ انسان گذر چکا ہے جسے مٹانے پہ ہو نہ قدرت، یہ نقش اتنا اُبھر چکا ہے

بس اب خدا، اور اُسکے عزمِ تلاش سے احتراز کیجئے
خیالِ منزل رسی اگر ہے تو راہ کا ابتیاز کیجئے

کہ یہ تصورِ عمل کی آزادیون کو برباد کر رہا ہے "خدائے گردون نشین" زمین پر بشر کی امداد کر رہا ہے
مگر یہ عقل آزما ترانے، رہین حُسنِ قبول بھی ہین یہ دیکھنا ہے کہ ان دلیلون کی ہم عنان کچھ اصول بھی ہین

اگر یہ سچ ہے کہ عقل اب نارسی کی حد سے گذر چکی ہے
تمام وا ہو چکے ہین عقدے کہ زلفِ دوران سنور چکی ہے

کوئی بتائے کہ پختہ کارانِ عقل بھید اٹھا پا سکے ہین! نمو کے جو بیشمار چشمے زمین کی تہ سے اُبل رہے ہین
کسی نے پائے ہین بھید ابتک بہار کی مُو پرستیون کے کسی نے سمجھے ہین راز ابتک چمن کی سرشارہستیون کے

تمھین کوئی مل سکا ہے ابتک وہ ماہرِ فن باغبانی
جو ایک پتی کو بخش سکتا ہو یک نفس تاب زندگانی

طبیب یا رازدانِ تشریح کوئی ایسا کہین ہوا ہے جو صرف اک بوند بھر لہو کے تمام اجزا سمجھ سکا ہے
کھُلے ہین ابتک مقام کتنے، اُٹھے ہین ابتک حجاب کیا کیا ہر ایک ذرہ مین ایک عالم، ہر اک ستارے مین ایک دنیا

دماغ جنکے محیطِ اسرار، جنکا ناخن گرہ کُشا ہے،
وہ عالمانِ حیاتِ دوران ذرا بتائین کہ روح کیا ہے

غرض یہ ثابت ہے جبکہ پیہم، تلاشِ اسرار کر رہی ہے مگر ابھی عقل عاجزی کا خود اپنی اقرار کر رہی ہے
بہت ہین ایسے مقام، پہونچا جہان نہ پیکِ خیال ابتک بہت ہین ایسے پیام، سمجھا گیا ہے جنکو محال ابتک

تمھین نہ ہو اعتراف اسکا، مری نظر تو یہ دیکھتی ہے
کہ ذرے ذرے کے آستان پر جبینِ انسان جھکی ہوئی ہے

تو پھر یہ ہنگامۂ تکلّم، یہ محشرِ اضطراب کیون ہے؟ خدا ہے بیرونِ فہم، لیکن خدا سے یہ اجتناب کیون ہے؟
کہ باہمہ عجزِ عقل پھر بھی کرین جو تکذیب ہم خدا کی کمالِ دانشوری تو کیا ہے دلیل ہے جہلِ نا سزا کی

چمن کا ہر پھول ہر شگوفہ دلون کو بیدار کر رہا ہے
جو غور کیجئے تو ذرہ ذرہ خدا کا اقرار کر رہا ہے

یہ اک حقیقت ہے جس سے انکار تمکو بھی غالباً نہ ہوگا
کہ اختلافات سے مرتب کیا گیا ہے مزاجِ دنیا
ہر ایک تارِ رباب مین ہین چھپے ہوئے بیشمار نغمے
ہر ایک ذرے مین ہین چمن کے شگوفہ پرور ہزار جلوے
خیال صد رنگ، مختلف ذوق، آرزوئین جدا جدا ہین
غرض یہی اختلاف طبعی حیات دوران کے رہنما ہین

اسی طرح ذوق علم و فن ہے بہ حسب پیمانۂ تخیل
کسی کو ''منقول'' سے ہے نسبت کسی کو ''معقول'' مین توغل
کوئی نجوم فلک کے پیچیدہ راستون سے گذر رہا ہے
نظر جمائے زمین کے ذرون کی سمت اک غور کر رہا ہے
کسی کو ابر گہر فشان کی حقیقتین جاننے کی دھن ہے
کسی کو برق شرارہ افگن کے راز پہچاننے کی دھن ہے

کوئی نباتی فضا کے اوراق مختلف کو الٹ رہا ہے
کوئی ہوا کے تمام اجزا کو جانچنے پر تلا ہوا ہے
حیات عالم کا ایک واقف اکشش کے اسرار جانتا ہے
وجود اشیا کا ایک ماہر اصول کے ذرے گنکو چھانتا ہے
غرض کہ ہے اکتساب حکمت، مذاق فطرت کی رہبری مین
یہ ورنہ ہے اک راز عریان کہ اتنی محدود زندگی مین

محال ہے سر بسر کہ وہ سب علوم ہم جن سے آشنا ہین
اصول و دانش جو کاروان حیات عالم کے رہنما ہین
بنائے درس کمال ہستی علوم و افکار کے خزانے
پیام تکمیل زندگانی، رباب عرفان کے ترانے
ہزار اسرار ناکشودہ لئے ہوئے مختلف فضا مین
سب ایک نقطہ پہ جمع ہو جائین ایک سینہ مین ڈوب جائین

یہ جب ہے ثابت تو علم حق بھی جو روح ہے پیکر جہان کی
ہر ایک نقطے مین جسکے روشن ہے شمع اک حسن جاودان کی
فضائین جسکی دوام، فطرت کی نازنین مسکرا رہی ہے
جہان سدا حکمتون کی دیوی، سر عقیدت جھکا رہی ہے
نہ جبتک اسکی حقیقتون کا طریقۂ امتیاز جانے
کوئی ضرورت نہین کہ ہر شخص اسکی باریکیونکو سمجھے

جہان ہون ہر سمت عجز دانش سے یہ نظر آزما دھندلکے — حجابِ نظارۂ حقیقت اڑے ہوئے ہون حباب تنکے پردے
وہان یہ خود سر خیال بینش غلط نہین ہے تو اور کیا ہے — تم اسکے صید زبون ہو، تمکو فریب جو نفس دے رہا ہے
کبھی اُنھون نے نگاہ کی ہے حقیقتِ بزمِ زندگی پر
مٹے ہوئے ہین جو بیخبر اس تباہ کن نشۂ خودی پر

یہ عقدۂ سخت ناخن فکر سے نہ ہرگز سلجھ سکین گے — جو لوگ "آئین نظم" سمجھے ہوئے ہین یہ بھی سمجھ سکین گے
کہ انتظامِ حیاتِ دوران نہین ہے طفلانہ بات کوئی — ہزار اسرار ہین، گھروندا نہین ہے یہ کائنات کوئی
کتابِ ہستی کی شرح کرنا تو پھر بھی اک بات دور کی ہے
اگر تمھاری نگاہ تنظیمِ خانہ داری سمجھ رہی ہے

تو یہ سمجھنا نہین ہے مشکل کہ انتظامِ حیات کیا ہے — یہ محشرِ اختلاف کیون ہے یہ شورشِ کائنات کیا ہے
کبھی ضرورت کا اقتضا ہے کہ اپنی تکلیف تک بھلا دو — کہین ہو مجبور تم کہ اپنے ہی راحتِ جان کو خود سزا دو
کسی کی جانب ہی اسقدر التفات، احسان کی بارشین ہین
کسی سے اسدرجہ برہمی ہے کہ تلخ تر آزمائشین ہین

کبھی بہ احساسِ شوخ طبعی، کسیطرح کا گلہ نہین ہے — کہین بہ اوصافِ صلح جوئی انھین کوئی اعتنا نہین ہے
کچھ اور وسعت ہو گر نظر مین تو سلطنت کا نظام دیکھو — جہانِ فانی کے پاسبانون کا شیوۂ اہتمام دیکھو
بہت حقائق نہین گذرتے خواص کی حد مختصر سے
بہت مسائل چھپائے جاتے ہین، عام کی سطح بین نظر سے

خواص بھی جن سے بیخبر ہون ہزار ایسے اُمور بھی ہین — قریب کے دلفریب منظر جو غور کیجیے تو دور بھی ہین
مدبرانِ جہان سے فکرِ عروج و رنجِ زوال پوچھو — جو ان معارف سے آشنا ہین۔ انھین سے کچھ انکا حال پوچھو
گران ہے تم پر اگرچہ نرم و لطیف پودون کی پائمالی
نمو کے اسرار جان سکتا ہے خود مگر پختہ کار مالی

کسی کی صبر آزما فغان پر، تمھاری آنکھون سے خون ٹپکا — مگر جو پنہان ہے بطنِ فطرت مین، تمکو اسرار کی خبر کیا
بہار گلپوش، آتش افگن خزان مین تبدیل ہو رہی ہے — مگر تمھین کیا خبر کہ اس مین چمن کی تکمیل ہو رہی ہے

تم اپنی پستی کا راز سوچو، ہوس ہے گر سر بلندیونکی
کہ خود شناسی کی تہ میں پنہان کلید ہے فتحمندیون کی

زوال ہے ایک قوم کا جو وہ دوسری کا عروج بھی ہے اسی شب تار کے دھوئین میں سحر کی ضو مسکرا رہی ہے
حیات خوش مرگ تلخ، سب میں غرض کوئی مصلحت ہے پنہان کہ رہنمائے شگفتگی ہے چمن کا شیرازہ پریشان

یہ منتشر کائنات وقفِ ارادہ انتظام بھی ہے
جسے سمجھتے ہو ابتری تم اُسی مین اسکا نظام بھی ہے

رہین ایجاد و اختراع دماغ انسان خدا نہین ہے یہ کھل گیا اب کہ صرف ”ترویج“ خیر اک مدعا نہین ہے
خدا ہے اک ”مستقل حقیقۃ“ جو خالق کائنات بھی ہے جہان فانی کا مہتمم بھی ہے حکمرانِ حیات بھی ہے

حریم گلزار زندگانی کی آپ تزئین کر رہا ہے
”خدا“ تصور ہے محض جسکا دلون کی تسکین کر رہا ہے

جو گوش دل سے کبھی سنوگے تو پاؤگے یہ ازل سے ابتک کہ اک صدا آرہی ہے موج ہوائے دشت و جبل سے ابتک
جو روح کی تہ مین سونیوالی حسون کو بیدار کر رہی ہے اثر مین ڈوبی ہوئی ہے اتنی دلونکو سرشار کر رہی ہے

کچھ اس لطافت سے یہ سرود رباب فطرت گذر رہا ہے
کہ ذرہ ذرہ جہان فانی کا آجتک وجد کر رہا ہے

کسی نے سمجھا کہ سینۂ سنگ مین یہ دلکش نوا چھپی ہے کسی نے جانا کہ موج آب روان کی تہ سے ابھر رہی ہے
کسی نے سورج کی شوخ کرنون کے رقص مین اسکی جستجو کی کسی نے آتش کو ”مظہر نور“ جان کر اسکی آرزو کی

خدا نہین گر تو پھر تلاش خدا مین یہ کار زار کیون ہے
اگر یہ فطرت نہین تو انسان کی روح پھر بیقرار کیون ہے

زمین کی تاریکیون مین خورشید جلوہ گستر کہان سے آیا خدا نہین گر تو پھر خیال خدائے برتر کہان سے آیا
جو حاملان پیام حق تھے، کچھ انکی طرز حیات دیکھو جنھون نے ڈھونڈا، جنھون نے پایا خدا کی راز الوہیت کو

زبان پہ درس ہوش، سرتاقدم، مگر بیخودی سی طاری
نگاہ پیغام صلح، سینہ مین سرفروشانہ بیقراری

غمِ مسلسل کی تلخ کامی - جما ہوا قلب امتحان پر، ہجومِ باطل کی سخت گیری، صدائے حق مگر زبان پر،
وہ جنکے اندازِ بیخبر نے جہان کو ہشیاریان عطا کین وہ جنکی اک جنبشِ نظر نے دلون کو بیداریان عطا کین

ازل سے بھٹکے ہوئے گروہون کو جادۂ حق دکھانیوالے
اشارۂ چشم سے بہائم کو رشکِ انسان بنانیوالے

وہ جنکی ہر بات معرفت کیلئے اک آئینِ معتبر ہو وہ جن کا ہر فعل قدسیت کے اصولِ محکم سے بہرہ ور ہو،
فریب تھا انکا ادعا کیا، اگر یہ بازیچۂ زبون تھا یہ لوگ سمجھے نہ تھے خدا کو تو اسقدر اعتراف کیون تھا،

جو ہر بُرائی سے احترازِ اثم کی راہین بتا رہے ہون
ہزار صبر آزما مصائب شعارِ حق مین اُٹھا رہے ہون

ضمیرِ انسان کو باطل افروز ظلمتون سے بچانیوالے جو ”نشرِ حق“ کے لئے بنے ہون وہ کیا کسیکو فریب دینگے
ہزار ہو رہبر بلندی نشیب آخر نشیب ہوگا وہ خیر ہی کیلئے سہی پھر فریب آخر فریب ہوگا

یہ سچ ہے بے امتیاز دانش جو طے نہون ایسے کام بھی ہین
سپہرِ جہانِ عقل ڈالتی ہے مگر کچھ ایسے مقام بھی ہین

بہت ہین وہ مسئلے جنھین ہم نہ جاننے پر بھی مانتے ہین تمھین بتاؤ کہ تم مین کتنے ”کشش“ کے اسرار جانتے ہین
بشر کا میمون نژاد ہونا، طبیعتون پر گران نہین ہے اگرچہ ہر شخص اس ”گمانِ عجیب“ کا رازدان نہین ہے

غرض ہمین ماننا پڑے گا علوم ہین بیشمار ایسے
کہ باہمہ عجزِ ناشناسی کیا ہے اقرار جن کا سب نے

نہین ہے یہ کوئی راز پنہان کہ اس سے ہر شخص آشنا ہے ہم اسلئے مانتے ہین انکو کہ ایک ماہر یہ کہہ رہا ہے
تو اے مخالف، حبابِ سپہ مبنی ہے اعترافِ علومِ دنیا معارفِ ”علمِ حق“ مین انکار کا تجھے حق کہان سے پہونچا

یہ کس قدر حیرت آفرین ہے کہ عیب ایسمین نکل رہے ہین
جو ماہرانِ رموزِ باطن خدا کی تعریف کر گئے ہین

ضعیف دل اقتضائے فطرت سے عزمِ بیکار کر رہا ہے یہ خاک کا اک حقیر پتلا خدا کا انکار کر رہا ہے
ہوئی وہ فردوسِ دورِ گیتی، کبھی جو تھی ریگ زارِ دنیا عرب کے وہ مضطرب مناظر، عرب کی وہ بیقرارِ دنیا

رموزِ حق جب ہوئے نمایان، جماعت بادیہ نشین پر
سحابِ رحمت نے برسکے غنچے کھلائے تپتی ہوئی زمین پہ
ہوئے وہی رہنمائے منزل کبھی جو گم کردہ راہ بھی تھے　　رہِ حقیقت سے دور، باطل کی ظلمتون مین تباہ بھی تھے
ابھی جو سیلاب خون لسان سے پیاس اپنی بجھا رہے تھے　　وہی پیام سکون و راحت جہان کو پیہم سنا رہے تھے
کیا حقیقت سے جس نے آگاہ، عظمتین ہین تمام اُس پر
فدا ہو فرش ابی و امی ۔ درود اُس پر سلام اُس پر

علی اختر ۔ اختر

صبح کا منظر

(رام گنگا کے پل سے گذرتے ہوئے)

وداعِ ظلمتِ شب ہے گجر صبحِ منور کا
فلک نے اپنے چہرہ سے نقابِ شب الٹ دی ہے؛
چمک تارونکی ۔ رفتہ رفتہ دہیمی ہوتی جاتی ہے
کبھی کویل کی کو کو اور نسیمِ صبح مل مل کر
کبھی چرخِ چہارم پر دماغِ عجز پہونچا ہے
سپیدہ صبح کا اور جنگلونکی خشک و تر گھاسین
سحر کے اٹھنے والے اٹھ رہے ہین یاد مین کسکی ؟
چلا دہقان اپنا ہل اٹھا کر کھیت کی جانب
گیاہِ پُر سکون کو مضطرب کرنے کی ٹھہرائی
کبھی اونچے درختونکی جھکی شاخونپہ مونھ موڑا!
ضیا پاشی پہ خورشیدِ درخشان آ چلا اپنی
بکھیرے بال کرنون کے ۔ رخِ روشن کو چمکائے

چراگاہون کو اٹھے قافلے ان بے زبانونکے
منور ہوتا جاتا ہے جہان آہستہ آہستہ
افق پہ ۔ شرق مین ۔ نورِ سحر کی جلوہ ریزی ہے
اسی پہلے فلک پر آنیوالے کی ثنا خوان ہے
کہ قربانت شوم ۔ اے دو جہانکے روشنی والے
خدا جانے! یہ کس منظر کا حیرت زا نظارہ ہین
دلون مین کسکی چھبی ۔ زبان پر کس کا چرچا ہے ؟
کوئی محوِ تماشائے سحر ۔ کچھ گنگناتا ہے
چلے ہین قافلے ڈہورون کے جنگل کو ۔ اٹھائے سر
کہین دو چار پتے لیلئے ۔ ننھے سے پودہونکے
افق پر مطلع الانوار سنہرا ہوتا جاتا ہے
وہ محبوبِ سحر! آ ہی گیا ۔ سورج جسے کہیئے

عجب انداز سے بڑھنا، عجب انداز سے چڑھنا — کہ دل جو تماشائے خرامِ مہرتابان ہے
کوئی شاعرِ نگارِ آتشین رخ، اُسکو کہتا ہے — کوئی وارفتۂ رفتار، یون وقفِ ترنم ہے

پریشان کاکل و آغوشِ وامستانہ می آئی
فدایت جان و دل بادا، چہ بے باکانہ می آئی

شوق - مرادآبادی

محبت کا پہلا گیت

کسی کی اُلفت مین کھو گیا ہون کسیکو اپنا بنا رہا ہون — کبھی خیالی مجسمہ کا حسین نقشہ جما رہا ہون
فنا کے نغمے سُنا رہا ہون، فنا کی تانین اُڑا رہا ہون — مین اپنی ہستی مٹا مٹا کر دوئی کا پردا اُٹھا رہا ہون
فنا کے نزدیک جا رہا ہون فنا کے نزدیک جا رہا ہون

کبھی ہے ذرہ نظر مین دنیا کبھی ہے دنیا نظر مین ذرہ — کبھی ہے بیگانہ مجھ سے دنیا، کبھی مین پاتا ہون تجھکو ہر جا
کبھی محبت ہے تیری نفرت کبھی اداؤن کا تیری شیدا — غرض یونہی مین بقا کی کشتی عدم کی جانب بڑھا رہا ہون
فنا کے نزدیک جا رہا ہون فنا کے نزدیک جا رہا ہون

غم والم پر ہے میرا تکیہ، مصیبتون سے ہے مجھکو راحت — کبھی مین راحت سے بھاگتا ہون، کبھی ہون مجبورِ فکرِ عشرت
فضا کا رہتا ہون منتظر مین بقا سے ہوتی ہے مجھکو وحشت — زمین کے نیچے نظر سے پنہان مین اپنا مسکن بنا رہا ہون
فنا کے نزدیک جا رہا ہون فنا کے نزدیک جا رہا ہون

کسی کے گلگون لبون کا شیدا کسیکی ترچھی نظر کا بسمل — کسی غزالہ کا قتل کردہ کسی کی قاتل ادا پہ مائل
کسی کی صورت نظر مین رقصان کسیکے جلوہ کا دل سے حاصل — کسیکی جادو بھری نظر سے مین اپنی نظرین لڑا رہا ہون
فنا کے نزدیک جا رہا ہون فنا کے نزدیک جا رہا ہون

مری صدائین ہے ترنم ہر اک تنفس ہے میرا نغمہ — ہر اک رگِ جان رباب سامان ہر اک جنبش سے درد پیدا
سراسر اک دل ہے میری ہستی مجسم اک حادثہ ہون گویا — مین رشتۂ سوز و ساز بن کر خدا سے سبکو ملا رہا ہون
فنا کے نزدیک جا رہا ہون فنا کے نزدیک جا رہا ہون

سلطان محمود ساز اجمیری

مارچ کی ایک دوپہر

ابر سے عریان ہے اب یہ مرغزارِ نیلگون
نغمۂ رنگین سے میرا سازِ دل معمور ہے
یعنی سنتا ہون ترنم ہائے مبہم نیم روز
ہر طرف گاتی ہے مستی مین بہارِ نیلگون
جسطرف اُٹھتی ہین آنکھین اک جہانِ نور ہے
ہر شعاع نغمہ ہے مجھکو بہارِ دل فروز

شور آبادی سے دور اک گوشۂ گلزار مین
مہرِ عالمتاب اوڑھے اک ردائے زرفشان
نیند مین ہین پتیان گل اسطرح ہین محو خواب
گاکے رکھ دیتا ہے مطرب ہاتھ سے جسدم ستار
کانپتی ہے جوش بیتابی سے یون ہی کل فضا
آکے بیٹھا ہون سکوتِ سایۂ اشجار مین
دیکھتا ہے بامِ گردون سے تماشائے جہان
رات بھر جیسے سُنی ہو داستانِ ماہتاب
دیر تک ہلتا ہے جوشِ نغمہ سے اک ایک تار
جسم پر پہنے ہوئے زرین شعاعون کی قبا

اوڑھ کر ہلکی ردائین اُڑ رہی ہین تتلیان،
یا ہواؤ مین اُڑائے اپنے گلگون بادبان،
دیکھ کر تجھکو چمن مین اے بہارِ رنگ و بُو،
یاد آتی ہے مجھے وہ عہدِ طفلی کی بہار،
تیرے پیچھے دوڑتا تھا دشت مین گلزار مین،
ہو فضائے گُل مین رقصان جیسے رنگین بجلیان
تیرتی ہین نور کے دریا مین ننھی کشتیان،
میرے دل مین کوندتا ہے اک شرارِ رنگ و بُو،
دیکھ کر جب تجھ کو اے رقاصۂ نیرنگ کار،
چوٹیون پر کوہ کی اور دامنِ کہسار مین

اک بہارِ حسن اس وحشت مین بھی رقصندہ ہے
جس طرح دستِ صبا مین جامِ صہبائے شمیم
اپنے ہر پیراہنِ اظہار مین مستور ہے،
لیکن اپنے نغمۂ خاموش مین تابندہ ہے
یا حریمِ بزمِ گل مین حُسنِ رخسارِ نسیم،
تو نمودِ خواب سے اے خواب کتنی دور ہے

شمیمی